مخزنِ معرفت

خطابات

پروفیسر محمد یعقوب عابد خلیقی نقشبندی

شاہِ نقشبند پبلیکیشنز

Marfat.com

مخزنِ معرفت

خطابات

پروفیسر محمد یعقوب عابد خلیقی نقشبندی

شاہِ نقشبند پبلی کیشنز

www.naqshbandionline.com

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ بحق تنظیم

۲۹۲۶۸
۱۲

۱۲۴۸۶۲

نام کتاب ← مخزنِ معرفت

خطابات ← پروفیسر حضرت محمد یعقوب عابد خلیقی نقشبندی مجددی

مرتب ← بزم شاہ نقشبند رجسٹرڈ پاکستان

سال اشاعت ← نومبر 2013ء

تعداد ← 500

کمپوزنگ ← کاشف محمود 0333-9946205

ناشر ← شاہ نقشبند پبلی کیشنز

ملنے کا پتہ ← آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ خلیقیہ

P-60 لاثانی ٹاؤن شریف سرگودھا روڈ فیصل آباد

فون: 0301-7025321/3

Marfat.com

انتساب

ہم اس لطف و کرم کا سہرا

اپنے دادا مرشد کریم شیخ المشائخ ضیاء السالکین پیشوائے واصلین

صوفی باصفا کامل رہنما پیر روشن ضمیر

حضرت **محمد شریف خلیق** رحمۃ اللہ علیہ

گوجروی سرکار المعروف شاہ نقشبند

کے نام کرتے ہیں جن کی نگاہ فیض کا تصدق کہ ہمیں غلامی رسول ﷺ کی دولت میسر آئی

اراکین بزم شاہ نقشبند رجسٹرڈ پاکستان

مرکزی دفتر: آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ خلیقیہ

P-60 لاثانی ٹاؤن فیصل آباد

Marfat.com

تجھ پر انساں کی حقیقت گر آشکار ہوجائے
تو بھی خدائے لم یزل کا شہکار ہوجائے
تیری آنکھوں سے جو اٹھ جائیں پردے اپنے ہونے کے
میری طرح تو بھی صاحب دیدار ہوجائے

پروفیسر محمد یعقوب عابد خلیقی نقشبندی

Marfat.com

تیری ہستی کو جب سے آنجناب ﷺ دیکھا ہے
جو پنہاں لاکھ پردوں میں اُسے بے نقاب دیکھا ہے
کتنے لوگ ترستے ہیں تیرے قطرۂ کرم کو
میں نے تو وہ کرم بے حساب دیکھا ہے

پروفیسر محمد یعقوب عابد خلیقی نقشبندی

Marfat.com

پیش لفظ

زیرِ نظر کتاب ''مخزن معرفت'' اراکین بزم شاہِ نقشبند انٹرنیشنل پاکستان کی کاوش کے نتیجے میں مختلف مواقعوں کی محافل میں خطابات کو تحریری شکل میں لایا گیا ہے۔ اس کتاب میں تصوف کے وہ رموز جو دیگر کتب میں مشکل الفاظ اور دقیق مفہوم میں مذکور ہیں، کو عام فہم بنا کر لکھا گیا ہے تا کہ مبتدی اسے آسانی سے سمجھ سکے۔ عام شخص تصوف کی اصطلاحات کو سمجھنے سے ہی قاصر ہے اس وجہ سے اولیاء اللہ کی تصانیف میں بکھرے ہوئے حقیقت و معرفت کے موتیوں تک اس کی رسائی نہیں ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک مختصر مگر جامع کتاب لکھی جائے جس کو پڑھنے میں کم پڑھا لکھا مسلمان بھی دلچسپی لے۔ اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں ایسے تحریر کردہ خطابات ہیں جن کو پڑھ کر قاری کے دل میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجزن ہو جاتا ہے۔ پورے خطاب کو مکمل طور پر پڑھے بغیر قاری تجسس میں رہتا ہے اور ایک خطاب کے بعد دوسرا پھر تیسرا حتیٰ کہ پوری کتاب ایک ہی نشست میں پڑھ لیتا ہے۔ خطابات میں قرآنی آیات، احادیث پاک، صوفی شعراء کے کلام اور اقوال کے استعمال نے کتاب کو بہت ہی دلچسپ بنا دیا ہے۔ یہ کتاب صوفیاء کانفرنس 2013ء کے موقع پر جلدی میں شائع ہو رہی ہے اس لئے قارئین کی خدمت میں گزارش ہے کہ پرنٹنگ اور کتابت کی غلطیوں سے درگزر فرمائیں۔

مزید یہ کہ اہل محبت مریدین اپنے مرشد کامل کے ساتھ محبت بھری داستانیں بھی خطابات کی زینت بنائی گئی ہیں جن پر بعض اذہان کو اعتراض کا موقع مل سکتا ہے لہٰذا گزارش ہے کہ یہ واقعات پسند آئیں تو بہت خوب ورنہ اُن سے صرفِ نظر کریں اور دلائل یا حوالہ جات نہ ڈھونڈیں۔ شکریہ

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اخلاص کو قارئین کے لئے مفید بنائے اور ہمیں اس کارِ خیر پر استقامت نصیب فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہ نبی الکریم و آلہٖ و اصحابہ اجمعین

Marfat.com

حمد باری تعالیٰ

یہ ہے میرے رب کی عطا اللہ اللہ
لبوں پہ ہے صبح و مسا اللہ اللہ

سکوں اس لیے ہے دلِ مضطرب کو
کہ ہے مرے دل کی صدا اللہ اللہ

سنورتے گئے روز و شب زندگی کے
محبت سے جب بھی کہا اللہ اللہ

یہی ہے تمنا یہی آرزو ہے
کہ کہتا رہوں میں سدا اللہ اللہ

مری دھڑکنیں بھی یہی کہہ رہی ہیں
ہر اک سانس میں بھی بسا اللہ اللہ

لبوں پہ رہے تیرا اسمِ مقدس
یہی عابدؔ کی دعا اللہ اللہ

Marfat.com

نعت صلی اللہ علیہ وسلم

یوں دل کی اضطرابی در کامل پہ جا کے ٹھہری
طوفاں سے گزری کشتی ساحل پہ جا کے ٹھہری
عشق و وفا کی خوشبو پھیلی ازل سے ہر سُو
بدر و احد سے گزری کربل پہ جا کے ٹھہری
نہ روکے مجھے زمانہ میں ہوں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا دیوانہ
میری نظر طائرانہ محمل پہ جا کے ٹھہری
تھی ازل سے مسافر گھومی جہاں میں دَر دَر
تیری ذات کی بدولت منزل پہ جا کے ٹھہری
میں کیا ہوں اور کیا تھا بس اسی میں کھو گیا تھا
مرے عشق کی کہانی تخیل پہ جا کے ٹھہری
جنت سے رخ کو موڑا جام و سبو کو توڑا
اک آرزوئے بقا تھی مقتل پہ جا کہ ٹھہری
ساغر کی جستجو میں بس اسی آرزو میں
عابؔد کی تشنگی تھی بسمل پہ جا کے ٹھہری

Marfat.com

فہرست

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
8	الکتاب	1
16	حضرت انسان..........انسانِ کامل	2
26	ضرورت بیعت	3
40	مقصد تخلیق انسان اور اس کا حصول	4
71	احساس قربِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم	5
82	حقیقت دین	6

Marfat.com

الکتاب

103 ج۔ب برنالہ فیصل آباد میں خطاب

Marfat.com

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ○ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ ھُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡھُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡھِمۡ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیۡھِمۡ وَیُعَلِّمُھُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ○

(سورۃ الجمعہ:2)

معزز حاضرینِ محفل!

آج کی محفل پاک بزمِ شاہِ نقشبند پاکستان رجسٹرڈ کے زیرِ اہتمام انعقاد پذیر ہے۔ میں زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ محفل کا آغاز نمازِ عشاء کے فوری بعد ہونا طے تھا مگر ساتھ والے گاؤں چک نمبر 104 ج۔ب ہرمویاں میں ہونے والی محفل میں تاخیر ہوگئی اس لیے یہ محفل بھی تاخیر سے شروع ہو رہی ہے۔ آپ حضرات کے آرام کا بھی خیال ہے اور میری صحت بھی کچھ ناساز ہے۔

معزز سامعین!

میں نے اپنے بیان میں جس موضوع کا انتخاب کیا ہے وہ ہے ''الکتاب''۔

تلاوت کی گئی سورہ جمعہ کی آیت نمبر 2 جس کا ترجمہ یوں ہے:

''وہی ہے (ذات پاک) جس نے اَن پڑھوں میں اُنہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ اُن پر اُس کی آیتیں تلاوت فرماتے ہیں اور اُنہیں پاک کرتے ہیں اور اُنہیں کتاب کا اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔''

Marfat.com

میں اپنی گفتگو کا آغاز تلاوت کی گئی آیت مقدسہ میں لفظ ''هُوَ الَّذِیْ'' سے کروں گا۔ لفظ ''هُوَ الَّذِیْ'' کا معنی ''وہی ہے'' سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ اپنا تعارف ارشاد فرما رہے ہیں کہ میں وہی ذات ہوں جس نے تم میں اپنا محبوب کریم رؤف الرحیم ﷺ مبعوث فرمایا ہے۔ پھر اس کے بعد نبی مکرم ﷺ کے منصب نبوت ارشاد فرمائے۔ کہ (میرے محبوب پاک تم پر میری آیت تلاوت فرماتے ہیں اور تمہارا تزکیہ فرماتے ہیں اور تمہیں کتاب کا علم اور حکمت عطا فرماتے ہیں۔) تا کہ میری ذات پاک جو سب پر مخفی ہے سے کچھ جان پہچان ہو جائے۔ یوں تو اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف قرآن پاک میں مختلف جگہوں پر ارشاد فرمایا ہے جس میں زمینوں، آسمانوں، جن و بشر اور دیگر جملہ مخلوقات کا خالق ہونا اور مالک ہونا ارشاد فرمایا۔ کہیں اپنے قدیر، خبیر، علیم اور سمیع و بصیر ہونے کا ذکر فرمایا کہیں حضرتِ انسان پر کی جانے والی مہربانیوں کا ذکر فرمایا ہے۔ مگر ان سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف اپنے محبوب کریم ﷺ کی ذات گرامی کے مبعوث فرمائے جانے اور محبوب ﷺ کے مبعوث فرمائے جانے کے مقصد عظیم کا ذکر کر کے کروایا ہے۔

یہ ایک انوکھا انداز ہے۔ مجھے جان لو اور پہچان لو، میں وہی ہوں۔ یا اللہ تو کون ہے؟ فرمایا: وہی ہوں جس نے اپنا محبوب پاک تمہیں عطا فرمایا ہے۔

اے اللہ کیسا محبوب پاک؟ فرمایا: جو تم پر میری آیات تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک فرماتا ہے اور کتاب کا علم و حکمت عطا فرماتا ہے۔

سامعین! غور کریں یہ کیسا اندازِ تعارف ہے! تعارف اپنا کروانا ہے تو ذکر محبوب ﷺ کا ہو رہا ہے وہ اس لیے کہ:

''خود تو پردوں میں رہا اور سامنے محبوب کی صورت کر دی۔''

ہزاروں پردوں میں چھپے ہوئے خدا تعالیٰ جس کے جلوؤں کی تاب کوئی نہ رکھتا تھا نے اپنا جلوہ اپنے حسین و جمیل محبوب ﷺ کی صورت میں ظاہر فرمایا کہ انہیں دیکھتے جاؤ اور مجھے مانتے جاؤ۔

ہاں میں اندازِ تعارف کا ذکر کر رہا تھا۔ یہاں ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اپنا تعارف کراتے وقت دوسرے کا ذکر تو وہ کرے جو خود کچھ نہ ہو مگر اُس سے تعلق رکھنے والی کوئی دوسری ہستی جو بہت کچھ ہو یا سب کچھ ہو۔

مثال: ایک شخص دنیا میں خود تو کوئی نام نہ کما سکا۔ اُسے کوئی بھی جانتا یا پہچانتا نہیں ہے مگر اُس کا بیٹا یا بھتیجا یا بھانجا کسی کارہائے نمایاں سرانجام دینے پر بہت مشہور ہو جائے۔ وہ شخص دوسروں کو جب اپنا تعارف کرواتا ہے تو کہتا ہے میں وہی ہوں! پوچھا کون؟ کہا جس کا بیٹا فلاں عہدے پر ہے۔ میں

Marfat.com

وزیر اعظم کا باپ ہوں یا میں فلاں کا چچا ہوں کہ میرا بھتیجا گورنر ہے وغیرہ وغیرہ۔
حضرات! یہ شخص خود تو کچھ نہ تھا لہٰذا اُسے اپنا تعارف کرواتے وقت دوسروں کا سہارا لینا پڑا اگر غور فرمائیں اللہ تعالیٰ تو سب کچھ ہے۔ وہ خالق و مالک ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○

''ہر چیز پر قادر ہے بلکہ قادرِ مطلق ہے۔''

تو پھر اپنا تعارف کروانے کے لیے اپنے محبوب کا ذکر فرما رہا ہے۔ وہ اس لیے کہ خود مخفی ہے اور اپنے سب کچھ ہونے کے اظہار کیلئے اپنے محبوب ﷺ کی صورت کو ظاہر فرما رہا ہے۔

عالم تصور میں کوئی اللہ تعالیٰ سے سوال کرے کہ اے اللہ تو کتنا با اختیار ہے؟

جواب آتا ہے میرے محبوب پاک ﷺ کو دیکھ کہ کس قدر با اختیار ہے۔ چاہے تو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دوبارہ جوڑ دے، چاہے تو ڈوبے ہوئے سورج کو واپس موڑ کے (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قضا شدہ نماز عصر کو ادا پڑھوا لے)۔ مشرق سے طلوع ہونے اور مغرب میں غروب ہونے والے سورج کو مغرب سے مشرق کی طرف طلوع کر کے (واپس لوٹا کر) پھر مغرب میں غروب کروائے۔ چاہے تو سفر ہجرت کے دوران سراقہ کو زمین سے پکڑوائے اور اُس کے معافی مانگنے پر چھڑوائے۔ چاہے تو انگلیوں سے پانی کی پانچ نہریں جاری کر دے۔

دیکھ لو کہ جس کے محبوب ﷺ کا حکم چاند، سورج اور زمین بلکہ ہر چیز پر چلتا ہو اُس کے پیدا فرمانے والے اللہ تعالیٰ کی قدرت کتنی ہوگی۔

اے اللہ تُو علیم ہے، تیرا علم کس قدر وسیع ہے؟

جواب آتا ہے۔ میرے محبوب ﷺ کو دیکھ لو۔ فرش تو کیا عرش کی جملہ خبریں عطا فرماتا ہے۔ قبر وحشر جنت و دوزخ، حور و غلماں ہر چیز کی خبر رکھتا ہے۔ منبر پر بیٹھ کر ارشاد فرمانے والے کہ پوچھو جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو۔ محبوب ﷺ کو دیکھ لے، یہ علم میرے محبوب ﷺ کا ہے تو سوچ لو کہ میرا علم کتنا ہوگا۔

اے اللہ تُو رحیم و کریم کس قدر ہے؟

فرمایا: میرے محبوب ﷺ کو دیکھ لو۔ طائف والے محسنِ انسانیت ﷺ پر پتھر برسا رہے ہیں مگر میرا محبوب ﷺ اُن کے لئے نہ صرف دعائیں کر رہا ہے بلکہ عذاب کے فرشتوں کو یہ فرماتے ہوئے واپس لوٹا رہا ہے کہ اگر یہ نہیں تو ان کی اولاد میرے اللہ کی نام لیوا ہوگی۔ دیکھو میرا محبوب ﷺ کتنا مہربان اور شفیق ہے تو میرے رحیم ہونے کا اندازہ خود کر لو۔

علیٰ ھذا القیاس۔ جو بھی سوال اللہ تعالیٰ سے کیا جائے۔

Marfat.com

کہ اے اللہ تُو خبیر کتنا ہے؟ جواب آتا ہے میرے محبوب ﷺ کو دیکھ لے۔
اے اللہ تُو قدیر کتنا ہے؟ جواب آتا ہے میرے محبوب ﷺ کو دیکھ لے۔
اے اللہ تُو علیم کتنا ہے؟ جواب ملتا ہے میرے محبوب ﷺ کو دیکھ لے۔
اے اللہ تُو بصیر کتنا ہے؟ جواب ملتا ہے میرے محبوب ﷺ کو دیکھ لے۔
اے اللہ تُو سمیع کتنا ہے؟ جواب آتا ہے میرے محبوب ﷺ کو دیکھ لے۔

اے مجھ پر سوال کرنے والے تیرے ہر سوال کا جواب میرے محبوب ﷺ کا وجود اقدس ہے

خود تُو رہا پردوں میں سامنے محبوب ﷺ کی صورت کردی

حضرات گرامی! یہی صورتِ مصطفیٰ ﷺ اُس بے صورت (اللہ تعالیٰ) کا حقیقی تعارف ہے۔ یہی صورتِ مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جملہ انسانوں کے لیے کھلی کتاب ہے۔ اسی کتاب کی تلاوت کو تلاوت قرآن کہا جاتا ہے۔ یہی تلاوت صحابہ رضوان اللہ اجمعین کو نصیب تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں گھوڑے پر سوار ہوتے وقت ایک رکاب سے دوسری رکاب تک پاؤں لے جانے کے عرصہ میں پورا قرآن پڑھ لیتا ہوں۔''

بعض کے ذہن میں خیال گزرتا ہے کہ قرآن پاک الٓمٓ سے والناس تک پڑھنے میں کم از کم 8 یا دس گھنٹے درکار ہیں تو پھر یہ کیسے ممکن ہے۔ اہل اللہ نے فرمایا: اس قرآن پاک سے مراد رخِ مصطفیٰ ﷺ کی تلاوت ہے کہ گھوڑے پر سوار ہوتے وقت چہرۂ والضحیٰ کا تصور فرماتے تھے۔

حاضرین: سورۃ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الٓمٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝

ترجمہ: الف۔لام۔میم ۝ یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔

یعنی پہلی آیت کا ترجمہ نہیں کیا جاتا۔ دوسری آیت میں لفظ کتاب سے مراد بعد میں آنے والی تمام آیات الٰہی کا مجموعہ ہے۔ لیکن اگر کسی کاغذ کے ٹکڑے پر یہ دو آیات لکھ کر کسی ایسے شخص کے سامنے رکھیں جو قرآن پاک کے بارے میں علم نہ رکھتا ہو اور کہا جائے۔ ''الف۔لام۔میم۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔'' وہ شخص پوچھ سکتا ہے کہ کون سی کتاب کی بات کر رہے ہو۔ یہ تو کاغذ کا ٹکڑا ہے پھر ہم اُسے قرآن پاک دکھائیں گے یہ کتاب ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئی تھیں اس

Marfat.com

وقت کون سی کتاب مراد تھی کیونکہ پورا قرآن ابھی نازل نہیں ہوا تھا۔ اہل اللہ جواب ارشاد فرماتے ہیں کہ دوسری آیت کا رخ پہلی آیات کی طرف کرو یعنی الف۔ لام۔ میم۔ ایک کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ جیسے کوئی آدمی ہاتھ میں کیمرہ اُٹھا کر کہے یہ ہے وہ کیمرہ جس کا رزلٹ بہترین ہے یا قلم اٹھا کر کہے یہ ہے وہ قلم جس سے لکھائی بہت خوبصورت لکھی جاتی ہے۔ بلا تمثیل وبلا مثال۔

الٓمّٓ ○۔ الف لام۔ میم کو دیکھو۔ یہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔

اہل اللہ نے الف سے مراد اللہ
اور لام سے مراد جبرائیل علیہ السلام
اور میم سے مراد محمد مصطفیٰ ﷺ لیا ہے
یعنی اللہ تعالیٰ جس کا کلام ہے

جبرائیل علیہ السلام بطور وسیلہ ہیں اور محمد ﷺ جن پر نازل ہوا۔ ان تین ہستیوں میں کوئی شک نہیں۔
ثابت ہوا کہ کتاب سے مراد ذاتِ مصطفیٰ ﷺ ہی ہیں۔
علامہ اقبال شاعر مشرق آقا ﷺ کی شان میں نعت لکھتے ہیں:

لوح بھی تُو قلم بھی تُو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

معزز سامعین! قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

اَلرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ○

ترجمہ: وہ رحمٰن۔ جس نے قرآن کا علم عطا فرمایا (پھر) انسان خاص (حضرت محمد ﷺ) کو پیدا فرمایا۔
ترجمے پر غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو ظاہر فرمانے سے پہلے قرآن کا علم عطا کر دیا تھا۔
گویا حضور ﷺ کا وجود پاک ہی اصل قرآن ہے۔ 23 سال میں نازل ہونے والا قرآن آقا ﷺ کے وجود پاک کا تعارف ہے۔ آپ کی نشست و برخاست۔ آپ ﷺ کے سیرت و کردار۔ آپ ﷺ کی گفتار۔ آپ ﷺ کے حسن و جمال اور اوصاف حمیدہ پر مضمون ہے۔ حقیقت قرآن تو حضور ﷺ ہی ہیں

چہرۂ مصطفیٰ ﷺ اصل قرآن ہے
عاشقوں کی تلاوت پہ لاکھوں سلام

پہلے ذکر ہو چکا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سواری پر سوار ہوتے وقت ایک رکاب سے

Marfat.com

دوسری رکاب تک پاؤں رکھنے کے عرصہ میں جس قرآن کو تلاوت فرماتے تھے وہ آقا ﷺ کے حسین تصور کی ہی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔

معزز سامعین! قرآن پاک سورہ نمل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے اُمتی آصف بن برخیا کے ملکہ صبا (بلقیس) کا تخت حاضر کرنے کا واقعہ مذکور ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ صبا کو دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی، اس نے دعوت قبول کرلی اور پیغام بھیجا کہ وہ آپ علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہورہی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں کے سامنے ملکہ کے آنے کا ذکر فرمایا اور کہا کہ جو اِس کے آنے سے پہلے اس کا تخت (80 گز لمبا 60 گز چوڑا 40 گز اونچا) حاضر کرے، ایک جن بولا کہ میں محفل برخاست ہونے سے پہلے حاضر کردوں گا۔ فرمایا نہیں، اس سے پہلے چاہیے تو آپ علیہ السلام کے امتیوں میں سے ایک نے کہا۔ قرآن میں ارشاد ہے:

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ.........الخ

(سورۃ نمل:40)

ترجمہ: اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اُسے آپ کے حضور میں حاضر کردوں گا ایک پلک مارنے سے پہلے (آنکھ جھپکنے سے پہلے) اس آیت پر غور کریں کہ ''وہ بولا جس کے پاس کتاب کا علم تھا'' یہاں کون سی کتاب مراد ہے؟ اہل اللہ فرماتے ہیں اس کتاب سے مراد حقیقت انسانیت آقا ﷺ کا ہی وجودِ اقدس ہے۔

سورۃ الکہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ بڑی تفصیل سے ارشاد کیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کی طرف علم لدُنی سیکھنے کے لئے بھیجا۔

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ○

ترجمہ: (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے) ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اُسے اپنا علم لدّنی عطا فرمایا۔ (آیت 65)

اس علم لدُنی سے مراد حقیقت انسانی کا علم مراد آقا ﷺ کی ذاتِ گرامی ہی ہے۔ یاد رہے کہ حقیقت محمدی ﷺ ہی حقیقت انسان ہے کہ انسانِ اول حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور انسانِ آخر جن پر انسانیت کو معراج نصیب ہوئی آقا ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ''الکتاب'' سے

Marfat.com

مراد حضرت انسان ہے اور حضرت انسان کا اطلاق آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر اور غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے خواہ وہ انبیاء علیہم السلام ہوں یا امتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے صدیقین وصالحین وصادقین یعنی اولیاء اللہ ہوں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

پورے قرآن پاک کا علم سورۃ الفاتحہ میں ہے، سورۃ الفاتحہ کا جمیع علم بسم اللہ میں ہے اور بسم اللہ کا پورا علم بسم اللہ کی ''ب'' میں ہے اور ''ب'' کا پورا علم اس کے نقطہ میں ہے اور ارشاد فرماتے ہیں:

اَنَا نُقْطَةُ بَاءِ بِسْمِ اللّٰهِ

میں بسم اللہ کی ''ب'' کا نقطہ میں ہی ہوں۔

حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خودی سے مردِ خود آگاہ کا جمال و جلال
یہی کتاب ہے باقی تمام تفسیریں

خودی سے آگاہی فنافی الرسول ہونے میں ہے۔ غلامی رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔ جن خوش قسمت حضرات کو کسی ولی اللہ کے توسّل سے غلامی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت حاصل ہوگئی وہ انسانیت کے اُفق پر بمثل نجم چمکا اور اپنے حلقہ بگوش ہونے والوں کو چمکاتا گیا۔ یہ چمک آفتابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود اقدس سے ظہورِ ہونے والی روشنی کے طفیل ہے۔ آج بھی اگر کوئی حقیقت شناس ہونا چاہتا ہے، بلندیٔ افکار، شوخیٔ کردار اور قربانی و ایثار کے جذبے سے لبریز ہونا چاہتا ہے تو اُسے دامنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھامنا ہوگا۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

رخِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کتاب ہے کہ حقیقتوں کا نصاب ہے
یہی میرے پیشِ نظر رہے اِسے رات دِن میں پڑھا کروں

یاد رہے کہ اِس کتاب کی تلاوت دورِ حاضر میں اولیاء اللہ کے چہرے کی تلاوت ہے۔ میں اس دعا کے ساتھ اپنا موضوع سمیٹتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت سے نوازے اور اولیاء اللہ کا دامن تھامنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کتاب کی حقیقت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

بِجَاهِ نَبِيِّكَ الْمُصْطَفٰى وَالْمُرْتَضٰى وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَوْلِيَاءِ اَجْمَعِيْنَ

☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

حضرت انسان
انسانِ کامل

طلباء سے خطاب: پنجابی آرٹ اینڈ لینگوئج آڈیٹوریم لاہور

Marfat.com

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ○ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ ○

معزز شرکاءِ محفل!

آج کا یہ سیمینار بعنوان ''صوفی ازم'' ایک عظیم روحانی، دینی و سماجی تنظیم بزمِ شاہِ نقشبند سیکٹر لاہور کے زیرِ انتظام انعقاد پذیر ہے۔ میں بطور قائد بزمِ شاہِ نقشبند انٹرنیشنل پاکستان رجسٹرڈ شرکاءِ سیمینار یونیورسٹی آف پنجاب لاہور کے طلباء کو خصوصاً اور دیگر شرکاءِ محفل کو عموماً دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ جنہوں نے آج کے اس مصروف ترین دور میں کچھ وقت نکالا اور بزمِ شاہِ نقشبند کی دعوت پر سیمینار میں تشریف لا کر اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول اور اس کے حبیب نبی مکرم ﷺ سے محبت کا اظہار کیا۔

معزز سامعین!

اللہ تبارک وتعالیٰ کی آخری الہامی کتاب قرآن پاک زندگی کے تمام تر معاملات کے حوالے سے جملہ موضوعات کو اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہے۔ مگر ان تمام موضوعات کو اگر کسی ایک موضوع میں سمیٹنا چاہیں تو وہ ہے: ''حضرت انسان'' کہ قرآن کا مخاطب بھی انسان ہے اور اس کا مقصود بھی اللہ تعالیٰ کے انوار سے منور حضرتِ انسان ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ○ (سورۃ التین: آیت 5)

ترجمہ: ''بے شک ہم نے انسان کو جملہ تقویم میں احسن پیدا فرمایا حسین تر پیدا فرمایا۔''

Marfat.com

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حسین جلوے بکھیرنے والا پیدا فرمایا۔

حضرات! انسان اوّل حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق پر غور فرمائیں۔

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ هُوَ كَنزًا مَخْفِيًا فَاَحْبَبْتُهُ اَنْ عُرِفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ

ترجمہ: ''میں ایک مخفی خزانہ تا، مجھے چاہت ہوئی کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے (اپنی اشرف) مخلوق کو پیدا فرمایا۔''

یہاں مخلوق سے مراد حضرت انسان ہے جو اس کی معرفت کے اہل اور اس کی معرفت کا ذریعہ بھی ہے اور ظہور بھی۔

حضرات! ذرا غور فرمائیں کہ ابھی انسان اوّل حضرت آدم علیہ السلام ''خلیفۃُ فی الارض'' بنانے سے پہلے یعنی تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتوں میں اعلان فرمایا:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً

ترجمہ: ''اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں سے کہ میں زمین پر اپنا نائب مقرر فرمانے والا ہوں'' فرشتوں نے مخالفت کردی۔

گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے نائب کو بدن (جسم) عطا فرمانے سے پہلے اپنا ارادہ ظاہر فرمایا جس کی مخالفت میں فرشتوں نے کہا کہ ''اسے نہ بنایا جائے یہ زمین پر فساد برپا کردے گا، خون ریزیاں کرے گا اور ہم تیری عبادت میں مزید اضافہ کردیتے ہیں'' لیکن جواب میں ارشاد باری تعالیٰ ہوا:

اِنِّىْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: ''جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔''

پس خاموش کروادیا یہ فرما کر جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ فرشتوں نے یہ اعتراض کیوں کیا؟ بعد میں ذکر کروں گا۔ پہلے میں اپنے موضوع کے مطابق حضرت انسان کے حسین تصور کی بات کروں گا۔ جس کا ارادہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا وہ انسان اللہ تعالیٰ کے تصور میں تھا وہ ابھی ظاہر نہیں فرمایا تھا۔

Marfat.com

حضرات! آپ بھی اس تصور الٰہی کو تصور میں لایئے اور غور فرمایئے کہ انسان کیا ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ دیکھئے! انسان کا وجوظہور میں نہیں لایا گیا مگر یاد رکھیے اللہ تعالیٰ کے تصور میں تو تھا کہ میں نے اسے کس قدر حسین پیدا فرمانا ہے۔ کس قدر اسے سنوار کر اپنی ذاتی وصفاتی تجلیات کا مظہر بنانا ہے۔ اگرچہ فرشتوں کے تصور میں نہ تھا............ انہوں نے نہ جانا کہ ہم کس کی مخالفت کررہے ہیں؟ اگر جانتے کہ ہم بظاہر تو وجود انسانی کی مخالفت کررہے ہیں۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے تصور کی مخالفت کررہے ہیں تو کبھی نہ کرتے۔

اور سوال یہ کہ انہوں نے مخالفت کیوں کی تھی؟ اور کیا وہ یہ کہنے میں حق بجانب تھے کہ فسادی ہوگا خون ریزیاں کرے گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے بدن کے اجزاء پر غور کیا تھا کہ اربع عناصر پانی، آگ، ہوا، مٹی سے بنایا جانے والا بدن یقیناً فسادی ہوگا کہ یہ عناصر تو آپس میں متصادم ہیں، مخالف ہیں۔ آگ اور پانی ایک دوسرے کے مخالف ہیں اور مٹی اور ہوا مخالف صفات رکھتے ہیں۔ یہاں تک تو وہ حق بجانب تھے مگر وہ نہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے:

وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ

ترجمہ: ''اور اس میں اپنی روح نفخ کروں گا۔''

وہ روح کیا ہے؟ اس کی خاصیت اور حقیقت کیا ہے؟ اگر روح کی حقیقت کو جانتے تو کبھی مخالفت نہ کرتے یعنی انہوں نے بدن آدم کو ظاہری اعتبار سے دیکھا اس کے باطن کو نہ دیکھ سکے۔

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

ہاں: انسان اوّل، اللہ تعالیٰ کا نائب، جوہر انسانیت سے مزین، خلافت کا تاج سر پر سجائے ظہور میں آیا یہ انسانِ اول جو آغازِ آفرینش میں اللہ تعالیٰ کی وحدت کا نشان بن کر پیدا ہوا۔ ایک دن ایسا بھی آنا تھا کہ اس نے عرش پر اللہ تعالیٰ کا مہمان بن کر جلوہ افروز ہونا تھا۔

حضرات گرامی! انسان اوّل کس سج دھج کے ساتھ، کس شان کے ساتھ، پیشانی میں نورِ نبوت

Marfat.com

محمدی ﷺ اور پشت میں ظہور محمد ﷺ کا سامان لیے فرشتوں کے سامنے جو آئے تو جلوؤں کی تاب نہ لا سکے اور سجدے میں گر گئے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا:

اِسْجُدُوْا لِاٰدَمَ

ترجمہ: ''آدم کے لیے سجدہ کر دینا۔''

یہ سجدہ وہی تھا جس کی بدولت ان کے سابق سجدوں کی قبولیت ہونا تھی۔ اگر نہ کرتے تو سوچیں کیا بنا دیئے جاتے............ جس نے نہیں کیا اسے کیا بنا دیا گیا؟ یہاں ایک نکتہ غور فرمائیں کہ وہ حضرتِ انسان جو نوریوں کا مسجود ہو بھلا کیا وہ خود بے نور ہوگا؟

میرے شیخ فرمایا کرتے تھے: ''نور ہونا تو انسان کی ایک صفت ہے دیگر صفات کا کوئی کیا جانے کہ

سبق ملا ہے معراج مصطفیٰ ﷺ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں

اسے تو عرش کا مہمان بنایا اور نوریوں کے سردار حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھو کہ حضرت انسان کی حقیقت کیا ہے۔ اس کی حقیقت کو کیسا پایا۔

جبریل کی آنکھوں سے پوچھو اے چشمِ حقیقت یہ تو بتا
جب فرش پہ تھے تو کیا دیکھا سدرہ سے پار کیا پایا

ہاں: توحیدِ باری تعالیٰ کا نشان جس شان سے ظہور پذیر ہوا وہی جانتے ہیں جو سجدے میں گر گئے۔ حکم تو ایک سجدے کا تھا مگر دو کیے۔

ایک عبادت کا دوسرا شکرانے کا

یہی دو سجدے آج ہم نماز میں کرتے ہیں۔

ایک اللہ تعالیٰ کی معرفت (عبادت) کا اور دوسرا شکرانے کا ورنہ سجدہ تو ایک ہی کافی ہے۔ یہاں ایک دلچسپ نکتہ نوٹ فرمائیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب خلیفہ حضرت آدم علیہ السلام کے ظہور کا اعلان فرماتے ہوئے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کر دینا۔ انہوں نے کیا سوائے ایک کے جسے شیطان بنا دیا گیا۔ نکتہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اُنہیں سجدہ کرنے کا حکم نہ بھی ارشاد فرماتے تو بھی اُنہوں نے

Marfat.com

کرنا تھا کہ وجود آدم علیہ السلام کی پیشانی میں انوار ہی ایسے رکھے تھے جیسے حُسنِ یوسف علیہ السلام کی تاب نہ رکھتے ہوئے عورتوں نے اپنی انگلیاں کاٹ لی تھیں۔ اسی طرح نور مصطفیٰ ﷺ جو پیشانی آدم علیہ السلام میں ظاہر تھا فرشتے بھی تاب نہ رکھتے تھے۔ دراصل یہ حکم اس کے لئے حجت تھا جس نے نہیں کرنا تھا یعنی شیطان کے لیے۔

حضرات گرامی! ان دو سجدوں کی حقیقت اہل اللہ نے کھولی ہے کہ پہلا سجدہ فنا کا ہے اور دوسرا بقا کا ہے یعنی پہلے فنا فی اللہ ہونا ہے اور اس کا انعام بقا باللہ ہونا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی شان وعظمت کے پھریرے بلند کرتے ہوئے صورتِ نوح علیہ السلام پھر صورت ابراہیمی علیہ السلام پر ظہور پذیر ہوئے۔ اسی طرح صورت یوسفی وعیسوی ،موسوی میں ظاہر ہوتے ہوئے انسانِ آخر وجہ تخلیق کون ومکاں، سرچشمہ عرفاں، امام الانبیاء والمرسلین ،راحت العاشقین ،انیس الغریبین، محبوب کبریا، احمد مجتبیٰ، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی صورت میں دنیا میں تشریف لائے۔ انسانیت کو معراج نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے ذاتی نور کے مظہر اتم خلق میں سب سے جمیل اور خُلق میں سب سے عظیم تشریف فرما ہوئے۔

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

ترجمہ: ''بے شک اے محبوب (ﷺ) آپ خُلق عظیم کے مالک ہیں۔''

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا
تیرے خَلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہو گا شہا
تیرے خالقِ حسن و ادا کی قسم

والضحیٰ کے چہرے والے
واللیل کی زلفوں والے
طٰہٰ کے جھومر والے
الم نشرح کے سینے والے

Marfat.com

معرفتِ حق تعالیٰ کے خزینے والے

ورفعنا لک ذکر کی شان والے

مقام محمود والے

گویا ہر صفت میں بے مثال ہر کمال میں باکمال

جو جو آپ ﷺ کے قدموں سے وابستہ ہوتا گیا وہ جوہر انسانیت سے باخبر اور منزل رسا ہو کر راہبر و راہنما بنتا گیا۔ اُن پر انسان کی حقیقت آشکار ہوگئی جو نگاہِ پاک کا فیض پا گیا اُس کی نگاہ میں ہر انسان مسجود ملائیکہ نظر آیا۔ اس کے برخلاف جنہوں نے فخر انسانیت و محسن انسانیت کے دامن سے وابستگی کو اپنے لیے لازم نہ سمجھا وہ انسان تو درکنار ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ کے مصداق مویشوں اور درندوں سے بدتر ہو گئے کہ انہوں نے انسان کو سوشل اینیمل (Social Animal) معاشرتی جانور کے طور پر جانا۔

حضرات گرامی!

نظرِ عام سے انسان کو دیکھیں تو واقعی معاشرتی جانور ہی نظر آتا ہے۔ دورِ حاضر کے بعض سائنسدانوں نے اسے اللہ تعالیٰ کی مخلوق تک محدود کر دیا۔ بلاشبہ انسان اللہ تعالیٰ کی مخلوق بھی ہے مگر یہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بھی ہے۔ اگر انسان کو فقط مخلوق خدا سے متعارف کروایا جائے اور اسے محبوب خدا نہ جانا جائے تو بہت بڑی نادانی اور ناانصافی ہوگی کہ مخلوق تو اور بھی ہیں۔ پرندے، درندے، چوپائے، کیڑے مکوڑے سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ ظاہر میں یہ مخلوق خدا ہے اور باطن میں محبوب خدا ہے۔

دیکھیں! اگر انسان کو فقط اللہ تعالیٰ کی مخلوق سمجھا جائے تو اللہ تعالیٰ کی معرفت کیسے حاصل کر سکتا ہے۔ اس کا اللہ تعالیٰ سے مخلوق کا رشتہ اس کو دیگر مخلوقات سے ممتاز اس وقت کرتا ہے جب اسے ودیعت کیے گئے نورِ معرفت کے حوالے سے دیکھا جائے۔ جوہر خلافت اور جوہرِ انسانی کے حوالے سے جانا جائے۔ صرف مخلوق سمجھیں تو اللہ تعالیٰ اور بندے کا رشتہ صفاتِ اضداد سے بنتا دکھائی دیتا ہے یعنی بندے اور اللہ تعالیٰ کی صفات متضاد ہونگی جیسے:

بندہ جسم رکھتا ہے	اللہ تعالیٰ جسم نہیں رکھتا

۱۲۸۶۲

Marfat.com

بندہ کھاتا ہے   اللہ تعالیٰ نہیں کھاتا

بندہ سوتا ہے   اللہ تعالیٰ نہیں سوتا

بندہ جنا جاتا ہے   اللہ تعالیٰ نہیں جنا جاتا

بندہ جنتا ہے   اللہ تعالیٰ نہیں جنتا   وغیرہ۔

مگر حدیث پاک میں ہے:

تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ

ترجمہ: ''اپنے آپ میں اخلاق الٰہی پیدا کرو۔''

اس حدیث پاک کے مطابق اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کی صفات ایک ہی ہیں جیسے اللہ تعالیٰ رحیم ہے تو اُس کا بندہ خاص بھی رحیم ہے۔ اللہ تعالیٰ رؤف ہے تو بندہ خاص بھی رؤف ہے۔

لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِمْ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ O (توبہ:128)

ترجمہ: ''بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان، مہربان۔''

اللہ تعالیٰ رحیم ہے اور بندوں کو رحیم دیکھنا چاہتا ہے۔

حدیث پاک میں ہے:

مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يَعْرِفْ حَقَّ كَبِيْرَنَا فَلَيْسَ مِنَّا۔

ترجمہ: ''جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور بڑوں کا حق نہیں پہچانتا وہ ہم میں سے نہیں۔''

اللہ تعالیٰ ستار (پردہ پوش) ہے تو بندوں کو بھی پردہ پوشی کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی دیگر صفات میں جو بندوں میں اجاگر ہونی چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ علم رکھتا ہے تو بندہ بھی۔ اللہ سمیع ہے تو اس کا بندہ بھی، اللہ تعالیٰ بصیر ہے تو بندہ بھی۔

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلماں

Marfat.com

ثابت ہوا کہ باطنی مشاہدہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کا بندہ متضاد نہیں بلکہ ایک جیسی صفت سے متصف ہیں فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت ذاتی اور لامحدود ہیں مگر بندۂ مومن کی عطائی اور محدود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے مگر بندے کا علم اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے جس کی نسبت سمندر اور قطرہ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ سمیع، بصیر، قدیر، خبیر ہے تو ذاتی صفات سے ہے مگر بندہ اس کی عطا سے ہے۔

میں نے مختصراً انداز میں عرض کیا کہ انسان اللہ تعالیٰ کی معرفت تبھی حاصل کرسکتا ہے کہ اس کی عطا سے ویسی ہی صفات رکھتا ہو۔ ان صفات کے مظہر جملہ انبیاء علیہم السلام ہیں مگر کامل مظہر امام الانبیاء حضور نبی مکرم ﷺ کی ذات پاک ہے اور پھر آقا مصطفیٰ ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے آپ ﷺ کی امت کے صالحین و صادقین ہیں جنہیں انسان ہونا میسر ہے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل

ترجمہ: ''میری امت کے علماء (صالحین و متقین) بنی اسرائیل کے نبیوں جیسے ہیں۔''

اگر آقا ﷺ کی امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں جیسے ہیں تو انہیں بھی بارگاہِ ایزدی سے ایسی صفات حمیدہ عطا کی گئی ہیں کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا نشان اور توحید کے علمبردار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت تک اب کسی نبی کی ضرورت نہیں ہے۔ آقا ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا مطلب بھی یہی ہے کہ آپ ﷺ کی نگاہِ فیض کے طفیل ایسی برگزیدہ ہستیاں تا قیام قیامت پیدا ہوتی رہیں گی جو فیض نبوت کی امین ہونگی اور آقا ﷺ کی جانشین ہونگی۔

یہاں ایک نکتہ نوٹ فرمالیں۔ وہ یہ کہ نبی مکرم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ میری امت کے علماء نبیوں جیسے ہیں بلکہ فرمایا بنی اسرائیل کے نبیوں جیسے ہیں اگر آپ نبیوں جیسے فرماتے تو پھر حضور ﷺ خود بھی نبی علیہ السلام ہیں اور کوئی یہ گمان نہ کرے کہ کوئی حضور ﷺ جیسا بھی ہے بلکہ حضور ﷺ تو امام الانبیاء ہیں جن کے امتی بننے کے لیے انبیاء نے درخواستیں پیش کی تھیں۔

سامعین! آج کی محفل کا اختتام کرتے ہوئے میں یہ بیان کرتا چلوں کہ جن خوش قسمت حضرات کو ایسی ہستیوں جن کو انسان کامل ہونا نصیب ہے کی محبت میسر آتی ہے تو وہ بھی جوہرِ انسانیت سے آشنا ہوجاتے ہیں ورنہ حیوانوں جیسی بلکہ ان سے بھی بدتر زندگی بسر کرکے چلے جاتے ہیں۔ اللہ کرے ہمیں کسی اللہ والے کی صحبت میسر آجائے اور ہم پر اپنی حقیقت آشکار ہوجائے۔

علامہ اقبال نے فرمایا:

Marfat.com

ے دیکھے تُو زمانے کو اگر اپنی نظر سے
افلاک منور ہوں تیرے نورِ سحر سے
ے خورشید کرے کسب ضیاء تیرے شرر سے
ظاہر تیری تقدیر ہو سیمائے قمر سے
ے دریا متلاطم ہوں تیری موج گہر سے
شرمندہ ہو فطرت تیرے اعجازِ ہنر سے

مگر

ے افسوس صدا افسوس کہ شاہیں نہ بنا تو
دیکھے نہ تیری آنکھ نے فطرت کے اشارات

آخر میں اپنی دوغزلوں کے دو دو اشعار پڑھ کر گفتگو کو سمیٹتا ہوں۔

ے تجھ پر انساں کی حقیقت اگر آشکار ہوجائے
تو بھی خدائے لم یزل کا شہکار ہوجائے
ے تیری آنکھوں سے جو اٹھ جائیں پردے اپنے ہونے کے
میری طرح تو بھی صاحب دیدار ہوجائے

یہ کیسے ممکن ہے؟ دوسری غزل کے دو اشعار سنیے:

ے تیری ہستی کو جب سے آنجناب ﷺ دیکھا ہے
پنہاں ہے جو لاکھ پردوں میں اُسے بے نقاب دیکھا ہے
ے کتنے لوگ ترستے ہیں تیرے قطرۂ کرم کو
میں نے تو وہ کرم بے حساب دیکھا ہے

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری حاضری اپنی بارگاہِ رحمت میں قبول فرمائے، جتنے آئے ہیں سب کو انسانی جوہر سے آشنا کرے اور جنہوں نے اس سیمینار کے انعقاد میں تعاون کیا اللہ تعالیٰ اُن کی خدمت قبول و منظور فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہ نبیك سید الانبیاء والمرسلین

☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

ضرورت بیعت

پنجاب یونیورسٹی لاہور کے طلباء سے خطاب

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بیعت کے معنی ومفہوم:

بیعت کا مادہ ''ب ی ع'' (بیع) ہے جس کے لفظی معنی (خودکو) فروخت کرنا۔ بک جانا'' کے ہیں یعنی حسن مطلق (جلوہ حق تعالیٰ) پر بکنا کہ اپنی مرضی کو چھوڑنا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کو اختیار کرنے کا وعدہ کرنا۔ اصطلاحی معنی ''کسی اللہ والے (نبی یا ولی اللہ) کے ساتھ عہد کرنا کہ زندگی کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے گزارے گا۔ اس سے ایک معنی سچے دل سے توبہ کرنے کے بھی ہیں جس میں نبی اللہ یا ولی اللہ کو گواہ بنایا جاتا ہے۔

بیعت کا ثبوت

☆ قرآنی آیات مبارکہ کے حوالے سے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا O ﴿سورۃ الفتح۔10﴾

ترجمہ:

''اور جو آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے پس جس نے عہد توڑا اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ اسے بڑا اجر عطا فرمائے گا۔''

Marfat.com

بیعتِ رضوان:

☆لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًاO ﴿سورۃ الفتح۔18﴾

"بیشک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس درخت کے نیچے آپ کی بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔"

عورتوں کا بیعت ہونا

يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ فَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌO

﴿سورۃ الممتحنۃ۔12﴾

ترجمہ: "اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

احادیث مبارکہ کے حوالے سے

(i) اطاعت کے باب میں

مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا حُجَّةَ لَهٗ وَمَنْ مَّاتَ وَلَيْسَ فِيْ عُنُقِهٖ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً

جس نے اطاعت سے ہاتھ کھینچا وہ روز محشر اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش ہوگا کہ اس کے پاس کوئی حجت نہ ہوگی اور جو کوئی بیعت کے بغیر مرا وہ جہالت کی موت مرا۔ (مسلم)

Marfat.com

(ii) حصول علم کے حوالے سے:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ

علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد وزن) پر فرض ہے۔

واضح ہے کہ علم حاصل کرنا فرض ہے تو اس کے لئے استاد کا دامن تھامنا بھی فرض ہوا۔

علوم وفنون میں فرق:

(1) وہ تمام ذرائع جن پر عمل پیرا ہونے سے تقاضہ بشریت (خوراک، رہائش، پوشاک) پورے ہوں انہیں فنون کہتے ہیں۔

اور وہ تمام ذرائع جن پر عمل پیرا ہونے سے قلب اور روح کے تقاضے (جو اللہ تعالیٰ کے دیدار میں ہے) پورے ہوں انہیں علم کہتے ہیں۔

(2) علم کا استاد کافر نہیں ہو سکتا یعنی علم کسی کافر کے پاس نہیں ہو سکتا مگر فن کا استاد کوئی بھی ہو سکتا ہے مسلم ہو یا غیر مسلم جیسا کہ بیرون ملک کالجز اور یونیورسٹیز میں ڈگری حاصل ہو رہی ہے۔ قیدی کفار میں سے کچھ سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جاتا تھا مگر پڑھے لکھے قیدیوں کی رہائی اس شرط پر ہوتی تھی کہ مسلمانوں میں سے کچھ کو پڑھنا لکھنا سکھائیں۔ علم کی دولت صحابہ کو نبی پاک ﷺ سے ملتی تھی مگر پڑھنے لکھنے کا فن کفار سے لیا گیا۔ ثابت ہوا کہ علم کا استاد کافر نہیں ہو سکتا بلکہ علم کا استاد صرف اور صرف نبی اللہ یا ولی اللہ ہو سکتا ہے۔ کوئی عام مسلمان جو علم ظاہر تو رکھتا ہے مگر علم باطن سے ناآشنا ہو علم نہیں دے سکتا۔

واضح ہوا اگر علم حاصل کرنا فرض ہے تو اس کے لئے استاد جو دور حاضر میں صرف ولی اللہ ہی ہو سکتا ہے کا دامن تھامنا فرض ہے یعنی بیعت ہونا فرض ہے۔

مغالطہ:

عصر حاضر میں مذکورہ بالا حدیث پاک کو غلط معنیٰ پہنچایا گیا ہے۔ فن کا حصول جو کالجز اور یونیورسٹیز کے اساتذہ سے میسر آتا ہے اور کفار کے پاس بھی ہے، وہ ہماری غرض تو ہے مگر ہم پر فرض نہیں، کو فرض سمجھ کر طلباء طالبات کو ایک ہی دین کے ذریعے ایک ہی ادارے میں (مخلوط تعلیم) دھکیل دیا جاتا

Marfat.com

ہے جو سراسر خلاف شریعت ہے اور حصول علم جس سے قلب و روح کے تقاضے پورے ہوتے ہیں نئی نسل کو اس سے بے خبر رکھا گیا ہے لہٰذا ہماری نسل فنون میں ماہر بن رہی ہے مگر علوم سے ناآشنا ہے۔ گویا ہمارے بچے ڈاکٹر، انجینئر، پروفیسر، وکلاء وغیرہ سب کچھ بن رہے ہیں مگر افسوس کہ دولت انسانیت سے محروم ہیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ دور حاضر میں لوگ علم کے ذرائع سے بھی بے خبر ہیں چہ جائے کہ اُن ذرائع کو اپنائیں اور اپنی قلبی و روحانی سکون کی دولت حاصل کریں۔ یہ بھی یاد رہے کہ قرآن مجید کو صرف تلاوت کرنے سے فیض نہیں ملتا بلکہ اس سے علم کا حصول درکار ہے قرآن کو پڑھنا ابتدا ہے جس کے لئے ایک آیت نازل ہوئی۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَO ﴿العلق۔1﴾

ترجمہ: ''پڑھیے! اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔''

باقی تمام آیات علم حاصل کرنے کے حوالے سے آئی ہیں۔ یعنی علم سیکھنے کے معنیٰ میں آئی ہیں۔

هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ O

ترجمہ: ''کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں۔''

(iii) توبہ کے حوالے سے

یا ایھاالناس توبو الی اللہ توبۃ النصوحا ط﴿سورۃ التحریم۔8﴾

جیسا کہ بیعت کا۔ ایک معنی توبہ کرنا بھی ہے۔ جو تقویٰ و پرہیزگاری اور ہدایت کے حصول کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿البقرۃ۔222﴾

ترجمہ: ''بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے اور پاک لوگوں سے محبت رکھتا ہے۔''

بلاشبہ ہر مسلمان غلطی یا گناہ کا مرتکب ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا احساس کرتے ہوئے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے لیکن دوبارہ نفس و شیطان کے نرغے میں آ جاتا ہے۔ اس طرح دن میں کئی بار توبہ کرتا ہے۔ مگر بار بار توبہ توڑتا ہے یا یہ کہیں اس سے توبہ ٹوٹتی ہے لہٰذا وہ خود کو اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

بارگاہ میں بے اعتبار اخیال کرتا ہے بقول حضرت میاں محمد بخش:

"سو واری میں توبہ بھنی (توڑی) تے میں ہاں بے اعتبارا"

پھر بھی تیرے فضل کرم دیاں آساں رکھن والا

اللہ تعالیٰ کے حضور شرمندگی محسوس ہوتی ہے کہ میں ہر بار توبہ کرتا ہوں پھر توڑ دیتا ہوں۔ بعض اوقات رہنمائی نہ ملنے پر مایوس ہو کر گمراہی اور برائی کے راستے پر چل نکلتا ہے کہ واپسی کا راستہ بھول جاتا ہے مگر جسے توبہ کرنے کا صحیح طریقہ جو قرآن وحدیث اور سنت نبوی ﷺ کے مطابق ہے کی رہنمائی مل جائے وہ شیطانی حملوں سے مستقل محفوظ ہو جاتا ہے۔

وہ طریقہ کیا ہے؟

قارئین!

آپ کے علم میں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی آدم کی راہنمائی کے لئے اس کی پیدائش سے بھی پہلے انتظام فرمایا کہ سب سے پہلے پیدا ہونے والے بچے نے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی حضرت آدم علیہ السلام کی گود میں آنکھ کھولی۔ انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ جاری رہا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو آخری نبی کے طور پر مبعوث فرمایا۔ جملہ انبیاء علیہم السلام کی موجودگی معاشرے میں دین حق کی جیتی جاگتی اور چلتی پھرتی تصویریں تھیں۔ جن کے وجود اقدس سے خارج ہونے والی نورانی شعاعیں بنی آدم کو شعور بخشتی رہیں۔ گناہوں میں گرا ہوا کوئی بھی شخص خلوصِ نیت سے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتا اور یہ برگزیدہ ہستیاں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی سفارش فرماتیں تو نہ صرف گناہوں کی معافی ملتی بلکہ ان کی صحبت میں آنے سے ہمیشہ کے لئے گناہوں سے چھٹکارا پاتا تھا۔

(iv) سفارش اور ضمانت کے حوالے سے

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○ ﴿النسآء۔64﴾

ترجمہ: "اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب (ﷺ) تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں اور رسول (ﷺ) اُنکی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول

Marfat.com

کرنے والا مہربان پائیں۔'' (کنز الایمان)

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے گنہگاروں کو ہدایت فرمائی ہے کہ اگر تم اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھو تو میرے محبوب ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ مجھ سے معافی طلب کرو اور میرا محبوب ﷺ تمہاری سفارش فرمادے تو تم اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحیم پاؤ گے۔

اس آیت پاک سے واضح ہوتا ہے کہ کوئی گنہگار بذات خود توبہ کرے بھی تو اس کی قبول نہیں ہوتی کہ گناہوں کی دلدل سے مستقل چھٹکارے کی کوئی گارنٹی نہیں ملتی جو کسی اللہ والے، انبیاء علیہ السلام و اولیاء عظام کے حضور پیش ہو کر توبہ کرنے سے ملتی ہے۔

قارئین کرام!

اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ مستقل قاعدہ ہے کہ غیر نبی (جو نبی نہ ہو) کبھی بھی از خود ہدایت حاصل نہیں کر پاتا اور ہدایت یافتہ وجود کبھی بھی صراط مستقیم پر قائم نہیں رہ سکتا جب تک اس کا تعلق اولیاء اللہ کے وسیلے سے حضور پُر نور ﷺ کے وجود اقدس سے قائم نہ ہو جائے لہٰذا توبۃ النصوح (سچی توبہ جس پر وہ ہمیشہ قائم رہے) کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ میں سے کسی ایک کو توبہ کرتے وقت گواہ بنائے یعنی اس کے دست حق پرست پر بیعت کرے اور پھر اس کی صحبت کے فیضان سے شیطانی حملوں سے محفوظ رہنے کی گارنٹی حاصل کرے کیونکہ وہ ولی اللہ جس کو اس نے اپنا مربّی و مرشد تسلیم کیا، کی بھی ذمہ داری ہے کہ اس کو توجہ میں رکھے اور مصلے پر بیٹھ کر روحانی توجہ مرید کے دل پر ڈالے تاکہ اس کے دل کی میل کچیل دور ہو اور اس کا دل مصفیٰ و مزکّی ہو جائے۔

مثال: ایک نوجوان بری صحبت کے زیر اثر گناہوں کا مرتکب ہونا شروع ہو گیا۔ چھوٹے چھوٹے اعمال بد کی وجہ سے پولیس سے رہائی پاتا مگر بار بار مجرم بنتا رہا۔ شروع میں تو جرم چھوٹے تھے اس لئے پولیس کے افسران کے سامنے توبہ کر کے رہائی پاتا گیا لیکن جب بڑے گناہوں کا مرتکب ہونا شروع ہوا تو بات جیل تک پہنچ گئی اور عدالت نے جج سے ضمانت پر رہائی کے لئے ضامن مانگا۔ چونکہ اس کی آوارگی کا علم اہل محلّہ و علاقہ اور رشتہ داروں کو تھا ایک دو بار تو ضامن بنے مگر وہ عادی مجرم بن گیا تھا۔ اب تیسری بار اس کے والدین نے پھر کسی کی منت سماجت کی کہ ہمارے بیٹے کی جان چھوٹ جائے۔ جس

Marfat.com

نے ضمانت دی اسے ضمانت ضبط ہونے کا خطرہ بھی تھا اور اس نوجوان سے بھی اسے محبت ہوگئی۔ ضمانت دار نے اس نوجوان کو گناہوں سے باز رکھنے کے طریقے سوچنے شروع کر دیئے۔ معلوم ہوا کہ یہ بے روزگار ہے اور سارا دن اور ساری رات آوارہ لڑکوں کی صحبت میں بیٹھتا ہے۔ وہ ضمانت دار معاشرے کا بااثر شخص تھا اس نے کسی مل مالک سے بات کر کے اس نوجوان کو مختلف شفٹوں میں ملازم بھرتی کروادیا اب وہ نوجوان کام سے واپس گھر آتا، تھکا ماندہ کھانا کھاتے ہی چارپائی پر گر جاتا۔ سویا رہتا، تھکاوٹ اتارتا جب رشتہ داروں نے دیکھا کہ نوجوان راہ راست پر آ گیا ہے، برے لڑکوں کو چھوڑ گیا ہے، باقاعدہ ڈیوٹی پر جاتا ہے، تو کسی نے اس کے رشتہ کی رضامندی ظاہر کر دی۔ اس کی شادی ہوگئی۔ پھر صاحب اولاد ہوگیا۔ اس پر وہ نہایت ذمہ دار شخص بن گیا۔

سوچیں کہ آوارہ نوجوان جو بار بار توبہ کرتا تھا اور توڑ دیتا تھا کس طرح جرموں سے محفوظ ہوا؟ اس میں زیادہ ہاتھ کس شخص کا ہے؟ اس کا جس نے اس کی ضمانت دی تھی اور وہ بااثر تھا۔ بعینہٖ ایک شخص کسی اللہ والے سے بیعت کرتا ہے تو وہ ولی اللہ اس کا ضمانت دار اور ذمہ دار بن جاتا ہے اس پر پوری توجہ کرتا ہے چونکہ وہ ولی اللہ (اللہ کا دوست) جس کا قلب ونظر پاک، جس کا خیال پاک، جس کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ، جس کی زبان اللہ کی زبان، جس کے کان اللہ کے کان، جسکا دیکھنا اللہ کا دیکھنا، جس کا پکڑنا اللہ کا پکڑنا، جس کا چلنا اللہ کا چلنا، المختصر جس کو اللہ تعالیٰ پاک قرار دے کی صحبت کے فیض سے وہ مرید بھی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

مذکورہ بالا آیت پاک

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ کے مصداق

تَـوَّابِیْـنَ ''توبہ کرنے والوں'' سے مراد وہ اشخاص ہیں جو گناہوں سے تائب ہو کر اولیاء اللہ سے بیعت کرتے ہیں اور متطھرین (پاک لوگ) سے مراد وہ اولیاء اللہ ہیں جن کے دامنِ پاک سے وابستہ ہونے سے توبہ کرنے والا اس توبہ پر قائم رہتا ہے اور رضاء الٰہی کے حصول میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اب اس آیت کا مفہوم یوں بنا:

''بیشک اللہ تعالیٰ کو (پاک ہونے کی طلب رکھتے ہوئے) سچے دل سے توبہ کرنے والوں سے بھی محبت

Marfat.com

ہے اور ان پاک لوگوں سے بھی محبت ہے جن کے ہاتھ پر توبہ کی جا رہی ہے اور وہ اُن کے ضامن بن رہے ہیں"

یعنی

مجھے بیعت ہونے والے بھی بہت پیارے لگتے ہیں اور مجھے جن سے بیعت کر رہے ہیں (کاملین) وہ بھی بہت پیارے لگتے ہیں۔

(۷) سفارش اور ضمانت کے حوالے سے

ایک اور حدیث پاک میں ہے:

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلٰى فِطْرَةٍ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ

"ہر بچہ فطرت سلیم پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اُسے یہودی عیسائی یا آتش پرست بنا دیتے ہیں۔"

مطلب یہ ہوا کہ اس دنیا میں جسمانی شکل میں ظہور لینے والی روح اسلامی فطرت پر ہوتی ہے، ہونی بھی چاہیے کہ تمام ارواح نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا ہوا ہے۔

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى--------

"کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں (سب نے) کہا ہاں بیشک تو ہی ہمارا رب ہے۔"

چنانچہ ہر کوئی حقیقت پرست نہ بھی ہو مگر حقیقت پسند ضرور ہے مثلاً ہر شخص خوشبو پسند ہے اگرچہ بدبو میں رہنے کا عادی بن جاتا ہے۔ یہ اس کی عادت تو ہو سکتی ہے پسند نہیں۔ اسی طرح کوئی بھی شخص برائی میں ملوث ہونے کے باوجود اچھائی اور نیکی کی حقیقت سے انکار نہیں کرتا۔

☆ اب سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہے؟

جواب یہ ہے کہ اُسے پیدا ہونے کے بعد وہی ماحول ملا جو اس کے والدین کا تھا۔ اگر وہ عیسائی ہیں تو بچہ بھی عیسائی بن جاتا ہے۔ اگر یہودی ہیں تو وہ یہودی بن جاتا ہے اور مجوسی ہوں تو مجوسی بن جاتا ہے۔ اسی طرح اگر منافق ہوں تو منافق بن جاتا ہے حتیٰ کہ دین اسلام میں فرقوں میں پڑنے والوں کی اولاد اسی فرقہ کو اپناتی ہے جو اِن کے والدین کا ہوتا ہے اور ناجی (نجات یافتہ) گروہ ہونے کا دعویٰ بھی سب کا ہے حالانکہ نجات یافتہ گروہ ان لوگوں کا ہے جو ان تمام گروہ بندیوں سے آزاد ہیں اور دوسروں کو بھی فرقہ واریت اور گروہ بندی سے باز رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔

Marfat.com

ایسی تلقین کرنے والوں کا گروہ اولیاء اللہ کا ہے اور اولیاء اللہ کو ماننے والوں کا ہے۔ یقیناً اولیاء اللہ کو ماننے والے کسی نہ کسی ایک ولی اللہ سے بیعت کرتے ہیں، اسے اپنا مرشد و مربّی تسلیم کرتے ہیں اور اپنے مرشد کی صحبت میں بیٹھ کر ہی فیض حاصل کرتے ہیں۔

ایک اور روشن بات

نماز ادا کرتے وقت جب نمازی التحیات میں:

اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ

''ہم پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں پر بھی''

پر پہنچتا ہے تو اس کی نظر اس صالح ہستی جس کو اس نے اپنا مرشد تسلیم کیا ہو پڑتی ہے تو نماز میں حضوری نصیب ہوتی ہے بصورت دیگر وہ عام تلاوت بن کر رہ جاتی ہے اور اس کی نماز کا حال بغیر ہدف کے تیر چلانے کے مثل ہے۔

(vi) دیدار اولیاء کے حوالے سے

حدیث پاک ہے:

خِیَارُکُمُ الَّذِیْنَ اِذَا رَاُوْ ذُکِرَ اللّٰہُ

ترجمہ: ''تم میں اولیاء اللہ وہ ہیں جنہیں دیکھیں تو اللہ یاد آتا ہے۔''

اس حدیث پاک کی روشنی میں دیکھیں! چونکہ دلوں کا سکون اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبِ ﴿الرعد۔28﴾

ترجمہ: ''خبردار! قلوب کا سکون اللہ کی یاد میں ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی یاد کا کامل ذریعہ صرف اور صرف اولیاء اللہ کا دیدار ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد کے دیگر ذرائع مثلاً تلاوت قرآن، ادائیگی نماز، طواف کعبۃ اللہ اور باقی تمام ذکر واذکار کامل ذرائع نہیں ہیں، نماز پڑھتے وقت ضروری نہیں کہ نمازی کو حضوری قلب بھی نصیب ہو۔ اسی طرح قرآن پاک پڑھانے یا پڑھنے والا ضروری نہیں کہ اس کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رہے بلکہ حفاظ کرام اور ان کے اساتذہ پر الزام بھی لگتے ہیں۔

Marfat.com

مگر ایسا ممکن نہیں کہ کوئی شخص کسی اللہ والے کے پاس حاضری پیش کرے اور اس کا دھیان دنیاوی نفع و نقصان پر ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ والا ہوتا ہی وہ ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا پیار رچا بسا ہو۔ اس کا دل اللہ تعالیٰ کی آماجگاہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا نور اس کے دل میں ایسے سمایا ہو جیسے خوشبو پھول میں۔

؎ دونوں جہاں نہ تیری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے جس میں تو سما سکے

گویا جب اللہ والے کو دیکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ یوں یاد آتا ہے جیسے دور سے پھول دیکھیں تو خوشبو یاد آتی ہے اور جب خوشبو یاد آتی ہے تو ہم پھول تک پہنچتے ہیں۔ اسی طرح جب اللہ والوں کو دیکھنے سے اللہ یاد آتا ہے تو ہم اللہ والوں کا قرب پانے کے لئے اُن سے بیعت کرتے ہیں تاکہ ہم اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکیں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ۔۔۔۔(الی لآخر)

ترجمہ: (اے مردِ مسلم) اور مانوس کر اپنے آپ کو اُن لوگوں کے ساتھ جو صبح و شام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں اور ایسا نہ ہو کہ تیری آنکھیں اُن کے علاوہ کسی پر پڑیں۔۔۔۔

﴿الکہف۔28﴾

اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والوں کے چہرے اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کی سکرین بن جاتے ہیں جن کے دیدار میں تشنہ روحوں کا سکون ہے۔ اگر کسی کی نظر اللہ والوں کے چہروں کو چھوڑ کر اوروں پر پڑے گی تو وہ اور ہو جائے گا اور اگر اللہ والوں کے چہروں پر پڑے گی تو وہ اللہ والا بن جائے گا۔ حدیث پاک میں ہے: اولیاء کاملین سابق انبیاء علیہم السلام کی طرح مرشد و مربّی ہیں۔

حدیث پاک:

علماء امتی کانبیاء ببنی اسرائیل

میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں جیسے ہیں۔

علماء امت سے مراد ظاہر اور باطن کا علم رکھنے والے یعنی اولیاء اللہ ہیں جن کا ظاہر شریعت مصطفوی سے

Marfat.com

مزین ہوتا ہے اور باطن حب رسول ﷺ سے سرشار ہوتا ہے۔ اس میں چند نکات یہ ہیں کہ جس طرح آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری سے قبل جملہ انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے علاقے کے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے انوار کی جیتی جاگتی تصویر ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی محبتوں کے امین ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے نظام ہدایت کا باقاعدہ حصہ ہوتے تھے، اسی طرح آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس جہاں سے رخصتی کے بعد اولیاء اللہ معاشرے میں سابق انبیاء علیہم السلام کے مثل ہیں اور ان کی ضرورت اس قدر ہے جس طرح سابق انبیاء علیہم السلام کی تھی۔ جس طرح ہر علاقے میں مبعوث کئے جانے والے نبی علیہ السلام کے ہاتھ پہ بیعت ہونا، ان سے اظہار محبت کرنا، ان کا حکم ماننا لازم تھا، اسی طرح دور حاضر کے اولیاء اللہ میں سے کسی ایک کے ساتھ بیعت ہونا اور اس سے روحانی فیض لینا، اس سے دین اسلام کی اشاعت کے حوالے سے تعاون کرنا ضروری ہے، فرق صرف یہ ہے کہ ان انبیاء علیہم السلام کے امتی اپنے اپنے علاقے کے نبی علیہ السلام کا کلمہ پڑھتے تھے اور منکرین کافر سمجھے جاتے تھے، لیکن اولیاء اللہ کا منکر کافر نہیں ہے البتہ منافق ضرور ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے جلوے بکھیرنے والے وجودوں میں سے کسی سے بھی پیار نہیں ہے!۔

محترم قارئین! جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہ السلام ہدایت کا ذریعہ بنا کر مبعوث کئے گئے۔ انبیاء علیہ السلام کی موجودگی کی اہمیت کا اندازہ اس طرح لگایا جا سکتا ہے کہ ہر دور میں انبیاء علیہ السلام کی کثیر تعداد موجود رہی کہ علاقوں کے لحاظ سے مبعوث کئے گئے۔ سلسلہ نبوت کا اختتام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ہوا یعنی آپ خاتم النبیین بن کر تشریف لائے۔ آپ ﷺ کی حیات ظاہری جو 63 سال ہے کے بعد نظام ہدایت کو جاری وساری رکھا گیا کیونکہ خاتم النبیین کا مطلب یہ نہیں کہ اب نبی کی ضرورت ختم ہوگئی بلکہ یہ ہے کہ آقا ﷺ کی تشریف آوری کے فیض سے پوری کردی گئی یعنی آپ ﷺ کی امت کے صدیقین وصالحین سابقہ بنی اسرائیل کے نبیوں جیسے بنا دیئے گئے۔

احادیث پاک میں:

(1) علماء امتی کا انبیاء بنی اسرائیل

ترجمہ: میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں جیسے ہیں۔

Marfat.com

(2) الشیخ فی قومه کا نبیاء فی امته

ترجمہ: شیخ اپنی قوم میں ایسے ہوتا ہے جیسے نبی اپنی امت میں۔

(الحدیث بحواله کشف المحجوب)

آقا ﷺ کا ارشاد ہے اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہوتے۔

اس ارشاد پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جوہر نبوت سے مالا مال تھے اگرچہ اعلان فرمانے پر پابندی تھی۔لہٰذا یہ سلسلہ ہدایت آقا ﷺ کے بعد صحابہ کرام پھر تابعین اور تبع تابعین سے ہوتا ہوا اولیاء عظام کے ذریعہ جاری و ساری ہے۔سلاسل طریقت، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ، سلسلہ عالیہ قادریہ ،سلسلہ عالیہ چشتیہ، سلسلہ عالیہ سہروردیہ کی بنیاد حضور ﷺ کی ذات گرامی ہیں۔آپ ﷺ کے وصال ظاہری کے بعد جہاں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نظام سلطنت کی قیادت سونپی گئی وہاں ساتھ ہی ساتھ آپ رضی اللہ عنہ نے سلسلہ روحانیت کی پیشوائی کا ذمہ بھی لیا۔اسی دورِ صدیقیت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بھی سلسلہ روحانیت کی ذمہ داری اٹھائی۔ان دونوں برگزیدہ ہستیوں کے دست پاک پر صحابہ کرام کی اولاد بیعت کرتی رہی کہ دونوں ہستیوں کے توسل سے مریدین و متوسلین کو خرقہ خلافت سے نوازا گیا۔یہ دونوں سلاسل طریقت بعد میں مذکورہ بالا چار سلاسل کے نام سے معروف ہو گئے ۔سلاسل عالیان نقشبندیہ اور نقشبندیہ مجددیہ کے منبع و مرکز سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جبکہ سلسلہ عالیہ قادریہ، سلسلہ عالیہ چشتیہ اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے مرکزی پیشوا حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ایسے سمجھیں کہ بحر رسالت سے جاری ہونے والے سلسلہ روحانیت کی بہت سی نہروں میں سے دو بڑی نہریں اور پھر ان دونہروں کی مزید شاخیں بنتی گئیں۔

اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ یہ سلاسل طریقت آقا ﷺ کی فیضان نظر سے جاری ہوئے اور قیامت تک جاری رہیں گے۔اور خوش قسمت حضرات ان روحانی نہروں سے اپنی پیاس بجھاتے رہیں گے۔

اہل اللہ کے نزدیک 73 گروہوں میں سے ایک گروہ جو جنتی ہے، کے سچے ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اولیاء کاملین کا سلسلہ بلا انقطاع حضور ﷺ تک پہنچتا ہے۔ان سلاسل کے شجرہ مبارکہ موجود ہیں جن سے میری باتوں کی تائید ہوتی ہے۔

Marfat.com

تاریخی پس منظر

تاریخ پر نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ دور اولین میں تمام مسلمان کسی نہ کسی اللہ والے کے دامن سے وابستہ ہونا ضروری خیال کرتے تھے اور بیعت ہونا لازم سمجھتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہوتے تھے ۔یہاں تک کہ حاکم وقت بھی کسی نہ کسی مردِ حق پرست کا مرید ہوتا تھا اور رعایا اس بادشاہ کی پیر بھائی کے رشتہ سے منسلک ہوتی تھی۔اسی لئے اگر حاکم وقت اپنے فرائض سے کوتاہی برتتا تھا تو اسے اس کے شیخ کی طرف سے پیغام پہنچا دیا جاتا تھا کہ تو نے فرائض کی ادائیگی سے غفلت نہ چھوڑی تو حکومت تجھ سے لے کر کسی دوسرے کے سپرد کردی جائے گی کیونکہ تمام رعایا اپنے مرشد کے حکم پر حاکم کے خلاف بغاوت کرنے پر تیار ہو جاتی تھی۔

آج سے کوئی 30 یا 40 سال پہلے تو بے مرشدہ یا بے پیرہ گالی سمجھی جاتی تھی۔اگر کسی پنچائتی فیصلہ کے بعد کوئی مدعا علیہ اس فیصلے پر عمل کرنے میں تاخیر کرتا یا فیصلے سے منحرف ہوتا اور مدعی دوبارہ پنچ سے رابطہ کرتا تو جواب ہوتا تھا کہ بے مرشدہ ثابت ہوا ہے، یا کہا جاتا یہ ہے ہی ''بے مرشدہ اس کا کیا کیا جائے''،یعنی اگر اس کا کوئی مرشد ہوتا تو اس کی شکایت اُن سے کی جاتی بلکہ یہ وعدہ سے منحرف نہ ہوتا کہ کہیں میری شکایت میرے مرشد تک نہ پہنچ جائے اور میں سلسلہ میں بدنام ہو جاؤں گا۔اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ بیعت ہونے سے کس قدر روحانی اخلاقی اور معاشرتی اثرات مرتب ہوتے تھے۔اور آج بھی ہوتے ہیں۔یقیناً اولیاء اللہ کے چہروں سے انوار و تجلیات الٰہی منعکس ہوتے ہیں۔یہاں یہ حلقہ بگوش ہوتے ہیں وہاں نور کا ایک ہالا ہوتا ہے جو تمام حاضرین محفل کو گھیرے میں لیے ہوتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حقائق کو تسلیم کرنے کی توفیق کاملہ عطا فرمائے اور ہر ایک کو کسی ولی کامل سے وابستہ ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

وما توفیقی الا باللہ

وبجاہ نبی الکریم والصلوٰۃ والسلام علی المرسلین

☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

مقصد تخلیق انسان
اور اس کا حصول

محمد علی جناح یونیورسٹی اسلام آباد کے طلبا سے خطاب

Marfat.com

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ○صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمِ○

آج کی اس عظیم الشان محفل مقدس کے حوالے سے جو میں نے آیت مبارکہ تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ ہے کہ:

''ہم نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا۔''

عبادت کا معنی معرفت لیا جاتا ہے۔ اہل اللہ نے یہاں ''لِیَعْبُدُوْنَ'' کا معنی ''لِیَعْرِفُوْنَ'' کیا ہے۔ یہ معنی دل کو اس لئے صحیح محسوس ہوتا ہے کہ عبادت اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب کہ جان پہچان نہ ہو۔ تعلق نہ ہو۔ اس ذاتِ پاک کی عظمت وشان سے بندہ واقف نہ ہو کہ اس کی عظمت وشان سے آ گاہی کے بعد ہی بندہ اس کی عبادت سے لذت آشنا ہو سکتا ہے۔ یہی مقصدِ تخلیق ہے۔ جو قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے کہ: ''جن وانس کو نہیں پیدا کیا میں نے مگر فقط اپنی عبادت کے لئے''۔ عبادت کا مغز فقط اعمال شریعہ کی ادائیگی ہی نہیں ہے۔ ہمارے ہاں یہ غلط فہمی ہے کہ ہم شریعت مبارکہ پر عمل کرنے کو عبادت قرار دیتے ہیں۔ جان لیں کہ اعمال شریعہ کو عبادت اُس وقت کہیں گے جب جان پہچان ہو جائے گی۔

یعنی عبادت کی حقیقت تعلق باللہ کو کہتے ہیں۔ عبادت محبت کو کہتے ہیں۔ اُس ذات کو مان لینا اور ماننے کے بعد جان لینا اور جاننے کے بعد پہچان لینے کو عبادت کہا گیا ہے۔ اس لئے جو نہیں پہچان

Marfat.com

سکے وہ منافقین کی فہرست میں آ گئے۔نہیں پہچان سکا تو شیطان بن گیا۔عابد تھا، ساجد تھا، معلمِ ملائکہ کا بھی اسے اعزاز تھا۔مگر معرفت نہ رکھنے کی وجہ سے، پہچان نہ رکھنے کی وجہ سے، ایک لمحے میں راندہِ درگاہ کر دیا گیا۔کل ایک محفل میں کوئی دو گھنٹے کا خطاب تھا۔خطاب تو اصل میں میرا نہیں ہوتا لیکچر ہی ہوتا ہے لیکن باذوق حضرات جتنی دیر تک اپنی سماعتوں کو ذوق کی نظر کرتے ہیں وہ گفتگو چلتی رہتی ہے۔تین گھنٹے بھی چل جاتی ہے۔ہاں اختتام محفل پر ایک بندے نے سوال کیا کہ حضرت صاحب مجھے کچھ وظیفہ بتا دیں، جو پڑھوں تو اس سے مجھے تسکین بھی ملے، آخرت بھی ملے اور سکون قلب بھی۔میں نے اسے جواب دیا تھا کہ پڑھنے لکھنے والی کوئی چیز نہیں کہ کچھ مل جائے۔یہ سراسر ایک دھوکہ ہے۔اگر پڑھنے سے کسی کو آج تک کچھ ملا ہے تو بتائیں! کتنے لوگ مفسرین محققین اور محدثین ہیں مگر جب پہچان کا مرحلہ آیا تو پرکھے گئے کہ یہ جانتے ہیں یا نہیں جانتے، پہچانتے ہیں کہ نہیں پہچانتے۔

ہے ناں! حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو خود خط لکھ کر بلایا تھا مگر جب پتہ چلا کہ اب یزیدی فوج آ گئی ہے تو سب اہلِ کوفہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ دیا۔اگر پہچانتے ہوتے تو وہی وقت تھا سرخرو ہونے کا۔اس جہان میں بھی اور آخرت کے جہان میں بھی۔مگر جو ساتھ تھے، مانتے تھے، پہچانتے تھے، انہیں کہا گیا کہ یزید کا معاملہ صرف میری ذات تک ہے کہ امام عالی مقام میری بیعت کر لیں۔آپ سے تو کوئی مطالبہ نہیں۔سارے ساتھی جو میرے ساتھ آئے ہیں میری طرف سے اجازت ہے اگر جانا چاہیں تو چلے جائیں۔مجھے چھوڑ کر تھوڑے سے فاصلے پر بیٹھ جائیں۔یزیدی فوج آئے گی آپ سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہو گی۔لیکن آپ نے سن رکھا ہے کہ محبت کا مظاہرہ کیا ہوا تھا۔امام عالی مقام نے یہ موقع بھی مہیا کیا تھا کہ جو اس وقت کے مطابق شمعیں تھی، جو دیئے تھے ان کو بجھا دیا تھا تا کہ اندھیرے میں جانے میں آسانی ہو۔ایسا نہ ہو کہ روشنی میں جاتے ہوئے یہ شرمندگی محسوس کریں۔ لیکن جب دوبارہ شمعیں روشن کی گئیں تو تمام اصحاب زاروقطار رو رہے تھے۔جب امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ان سے رونے کا سبب پوچھا تو انہوں نے عرض کی کہ ابھی تو آپ نے اجازت فرمائی ہے کہ چلے جائیں، رو اِس لئے رہے ہیں کہ کہیں حکم نہ فرما دیں کہ چلے جاؤ۔ہمیں آج ہی تو موقع ملا ہے کہ اپنے آقا و مولا پر قربان ہو کر اپنی محبت کا اظہار کریں۔

Marfat.com

حضرات یہی عبادت کی روح ہے۔ جب پہچان لیا جاتا ہے تو پھر ایک جان نہیں کروڑں جانیں بھی قربان کی جاسکتی ہیں۔ کیونکہ محبت رسول ﷺ اور عشق میں انہیں کٹ مرنے میں لذت ہی ایسی ملتی ہے۔ کہ روز محشر شہید کو جنت میں داخل فرما کر پوچھا جائے گا کہ بتا تیری آرزو کیا ہے؟ وہ کہے گا کہ یااللہ مجھے دوبارہ زندہ کر کے اسی دنیا میں بھیجا جائے۔ وہی کارزار جنگ ہو، وہی میدانِ اُحد و کربلا ہو۔ جو لذت میں نے تیری محبت میں ذبح ہوتے ہوئے پائی تھی جنت میں محسوس نہیں ہورہی۔ میری خواہش پوچھی ہے تو اس کو پورا بھی فرمادے۔ کہ مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دے اور میں پھر تیری بارگاہ میں ایک دفعہ کٹ کر، ذبح ہو کر وہ لذت پاؤں۔

حضرات گرامی ایسی محبت اور عشق کو دین کہتے ہیں۔ اسی کو عبادت کہتے ہیں۔ اس لئے پڑھنا پڑھانا نہیں ہوتا اصل میں دیکھنا دکھانا ہوتا ہے۔

حضرت بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کوئی لوڑ نئیں پڑھن پڑھاون دی
سکھ رمز وجود و نجاون دی

دیکھنے کی سعادت جس جس کو ملی ہے۔ سبحان اللہ۔ جس نے ایک لمحے کے لئے بھی دیکھا وہ صحابی رسول بنا اور قیامت تک کوئی ولی اللہ ان کے قدموں کی خاک نہیں بن سکتا۔ ایک لمحے کا صحابی بھی کس مقام پر فائز ہے۔ جن خوش قسمت شخصیات نے آپ ﷺ کو پہچانا، قربان ہو گئے پھر ان کو نوازا بھی ایسے ہی گیا ہے۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے غلام (حضرت بلال رضی اللہ عنہ) کو فتح مکہ کے موقع پر خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھا دیا۔ اور فرمایا چھت پر جا کر اذان پڑھو۔ یہ سن لیں۔ کہ اہل مکہ، کفار مکہ، مشرکین مکہ اگرچہ بت پرست تھے اور خانے کعبے میں انہوں نے اپنے اپنے قبیلے کے بت رکھے ہوئے تھے۔ یہ اس لئے نہیں تھے کہ وہ خانہ کعبہ کی توہین کرنا چاہتے تھے۔ وہ خانے کعبہ کی عظمت کو مانتے تھے۔ کوئی بھی خانہ کعبہ میں آجائے اسے وہ کسی طرح بھی اذیت دینا حرام سمجھتے تھے۔ گناہ سمجھا جاتا تھا۔ خانہ کعبے کو اتنا عظیم جانتے تھے کہ اپنے بتوں کو خانہ کعبہ میں رکھ کر پوجنا ہی ان کے شان شایان سمجھتے تھے۔

Marfat.com

آج اُن کے پاؤں سے زمین نکل گئی جب انہوں نے دیکھا کہ حضور ﷺ نے اپنے غلام حبشی بلال رضی اللہ عنہ کو خانہ کعبے کی چھت پر چڑھنے کا حکم فرمادیا ہے۔ان کی حیرانگی کی انتہا نہ رہی کہ نبی ہو اور نبی بھی امام الانبیاء ﷺ، تو پھر خانہ کعبے کی چھت پر کسی بندے کو چڑھائے۔ حضور ﷺ نے اس سوچ کا جواب دینا تھا۔ ایک تو یہ تھا کہ جن کو تم نہایت کمزور خیال کرتے ہو، جن کو تم اپنا غلام سمجھ کر ان کی تذلیل کرتے ہو اور اپنے سے نہایت کم تر خیال کرتے ہو میں آقا ﷺ اس کی شان کو ایسے بلند کرتا ہوں کہ خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑا کرنے کا اعزاز بخش رہا ہوں۔

دوسرا عظمتِ انسانیت کو اجاگر کرنا تھا کہ انسان کتنا عظیم ہے کہ وہ خانہ کعبہ سے کہیں زیادہ افضل ہے کہ جہاں خانہ کعبہ کی انتہا ہو جاتی ہے وہاں غلام مصطفیٰ ﷺ کی ابتدا ہوتی ہے۔ اور تیسری بات جو انہیں بتانا تھی وہ یہ تھی کہ اگر ایک نبی ﷺ کے غلام کا یہ مقام ہے کہ وہ خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہے تو پھر امام الانبیاء ﷺ کا کیا مقام ہوگا۔

اور چوتھی بات یہ بتانی تھی کہ عظمت انسان کو مانا جائے اور اس کی قدر کی جائے۔ اور جس طرح تم کعبہ کی عظمت کو تسلیم کرتے ہو اس طرح انسان کی عظمت کو بھی تسلیم کیا جائے۔

خانہ کعبہ یقیناً آج بھی عظیم ہے۔ پہلے بھی عظیم تھا لیکن حضور ﷺ نے خانہ کعبہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: کہ تیری فضاؤں کو سلام تیری ہوائیں پاکیزہ، تیری فضائیں مقدس مگر اے کعبۃ اللہ!

هُوَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لِحُرْمَتُ الْمُؤْمِنِ اَعْظَمُ عِنْدَاللّٰهِ حُرْمَتُ مِنْكَ

ترجمہ: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں مجھ محمد ﷺ کی جان ہے۔ ایک مومن کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے کہیں بلند ہے۔''

اے کعبۃ اللہ تیری عظمت سے کہیں بڑھ کر میرے غلام کی عظمت ہے۔ عظمت مصطفیٰ ﷺ کا اظہار غلامی مصطفیٰ سے ہو رہا ہے۔

اور جو شخص خود عظیم ہے۔ وہ ہر شخص کو عظیم جانتا ہے۔ عظیم ہوتا ہی وہ ہے جو ہر شخص کو عظیم سمجھتا ہو۔ اور اس کو پہچانتا ہو۔

کہ یہ وہی اولاد آدم ہے جس کی پشت میں اللہ کی ذات نے ذاتی نور مصطفوی ﷺ رکھا اور

Marfat.com

اس کی پیشانی میں اللہ کی ذات نے صفاتی نور مصطفوی ﷺ رکھا۔ اور مسجود ملائکہ بنایا۔

وہ جو صدیوں سے ساجد تھا اور صرف اللہ کو سجدہ کرتا تھا لیکن اب تسلیم آدم کے انکار کی وجہ سے اسے شیطان قرار دیا جا رہا ہے۔ یاد رہے اگر اللہ کو بلا معرفت سجدے عزیز ہوتے تو پھر اس نے سجدے تو بہت کیے تھے اور آئندہ بھی کرنے کا وعدہ کر رہا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب ﷺ کے نور کی عظمت کو تسلیم کروانا تھا۔

کیونکہ ذات کبریا کی شان کا جو کامل مظہر ہے وہ حضور نبی مکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔

والدین کی شان بھی ہے کہ جو اپنے والدین کا چہرہ محبت سے دیکھتا ہے اسے مقبول حج کا ثواب ملتا ہے۔

پھر کسی نے پوچھا اگر دو دفعہ دیکھیں تو فرمایا دو حجوں کا ثواب، کہا تین بار دیکھیں تو فرمایا تین حجوں کا ثواب ہے۔ فرمایا جتنی بار بھی دیکھے گا اسے اتنے حجوں کا ثواب ملے گا۔

یہ انسان کی عظمت کا درس ہے۔ حقیقت میں رسالت مآب ﷺ تشریف ہی اس لئے لائے کہ انسان کو عظمت انسان سے آگاہ کیا جائے۔ انسان کو انسان سے واقف کروایا جائے اور اس کی عظمت وشان کا تعارف نصیب ہو۔ یہ لوگ ایک دوسرے کو احترام دیں گے ایک دوسرے کو محبت دیں گے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آدمیت احترامِ آدمی   باخبر شو از مقامِ آدمی

اسپ ہمت سوئے اختر تاختی
آدم مسجود را نشناختی

ترجمہ: تو نے اپنی ہمتوں کے گھوڑے تاروں تک پہنچائے مگر آدم کو مسجود ملائکہ کے طور پر نہ پہچانا۔

حضرات گرامی یہ بھی سن لیں کہ عاشق وہ ہوتا ہے جو اپنے محبوب کو ہمہ وقت ہر جگہ دیکھتا ہے۔ محبت کی نشانی یہی ہے کہ وہ اپنے محبوب کو ہر جگہ دیکھتا ہے اور جو محبوب ہے اس کی شان بھی یہی ہے کہ اپنے عاشق کو وہاں بھی دیکھتا ہے جہاں اسے کوئی دیکھنے والا نہ ہو۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کا شرف نصیب نہیں ہوا۔ وہ

Marfat.com

حضور ﷺ کی بارگاہ میں دوبار گئے مگر ملاقات نہ ہو سکی۔ آپ کو علم ہے جب حضور ﷺ کے وصال کا وقت آیا تو آپ ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرا جبہ مبارک لے لو۔ حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرمایا تھا کہ تم دونوں جانا اور علاقے کا نام بھی بتایا۔ شخص کا نام بھی بتایا۔ اس کی علامات بھی حضور ﷺ نے بتائیں۔ یہ بھی بتایا کہ قرن میں رہتا ہے اس کا نام اویس ہے۔

اور یہ بھی بتایا کہ اس کے ہاتھ پر ایک سفید نشان ہے۔ کیا حضور ﷺ نے اسے دیکھا تھا؟

نہ ہی حضور ﷺ نے اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو ظاہری طور پر دیکھا تھا اور نہ ہی حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے مگر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا آپ نے میرے محبوب ﷺ کو دیکھا ہے؟

فرمایا: ہاں ہم نے تو ساری زندگی آپ ﷺ کے ساتھ گزاری ہے۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے دوسرا سوال کیا یہ بتاؤ حضور ﷺ کے ابرو مبارک جڑے ہوئے تھے یا مابین خلا تھا؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یار یہ تو ہم نہیں دیکھ سکے۔

پھر فرمایا حضور ﷺ کے دو دندان مبارک شہید ہوئے تھے۔ اپنا منہ کھول کر دکھایا تو ایک بھی دانت موجود نہیں تھا۔ اب یہ دیکھیں کہ محبّ کو بھی محبوب کا پتہ ہے کہ ان کے دو دندان مبارک شہید ہو گئے ہیں اور اپنے سارے نکال دیئے اور محبوب کو بھی پتہ ہے کہ میرا ایک عاشق قرن شہر میں رہتا ہے۔ اس کا نام یہ ہے۔ سب کچھ حضور ﷺ کی ذات گرامی نے بتا دیا۔

یہاں ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ کیا اب بھی حضور ﷺ اپنے عاشقوں کو ایسے ہی دیکھ رہے ہیں۔ اپنے محبین کو آج بھی حضور ﷺ دیکھ رہے ہیں؟

جواب اثبات میں ہوگا۔ کیونکہ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں پہنچے نہیں۔ دیدار نہیں ہوا۔ نہ حضور ﷺ نے انہیں دیکھا نہ انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا۔ لیکن حضور ﷺ اس کا نام تک جانتے ہیں۔ اس کے حال سے واقف ہیں۔ نبی مکرم ﷺ کے لئے زمان و مکان کی کوئی قید نہیں ہے۔ کہ فلاں زمانے میں اتنی دیر تک تو حضور ﷺ جانتے ہیں اس کے بعد نہیں جانتے۔ حضور ﷺ اپنے ہر عاشق کو جانتے ہیں۔ خواہ وہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا یا نہیں ہوا۔ اس

Marfat.com

کا نام بھی جانتے ہیں تو کیا اب یہ محفل سجانے والوں کو حضور ﷺ نہیں جانتے؟ کیا ہر بندے کے حال سے نہیں واقف؟ کہ وہ کس کیفیت میں ہے۔ کتنے ادب میں ہے، کتنی محبت میں بیٹھا ہوا ہے؟ یہ ہے دین کی روح کہ محبوب کو ہمہ وقت دیکھا جائے۔

علامہ اقبال نے فرمایا تھا:

رخصت محبوب کا مطلب فنا ہوتا اگر
تو ذوق الفت بھی دل عاشق سے کر جاتا سفر

اگر تم کہتے ہو وہ چلے گئے ہیں رخصت ہو گئے ہیں، وصال کر گئے۔ تو رخصت کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ اب دیکھ نہیں رہے۔ اگر وہ اویس قرنی کو دیکھ رہے ہیں تو اب کیوں نہیں دیکھ رہے؟ کیونکہ رخصت محبوب کا مطلب فنا ہونا نہیں ہوتا۔

دیکھیں! اگر کوئی بندہ پردے میں چلا جائے اور پردے میں بیٹھ کر سب کچھ دیکھے۔ اگر باقی انہیں نہ دیکھ سکیں تو اسکا مطلب یہ نہیں کہ وہ بھی نہیں دیکھ رہا۔ محبوب تو ہوتا ہی وہ ہے جو ہر محبّ کو دیکھے، ہر محب کے دل کی گہرائی تک واقف ہو اس کے خیال اور اسکی سوچوں تک واقف ہو۔

حدیث پاک بھی ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

''جب روز محشر میزان لگے گا تو ایک بندے کو جہنم کا حکم ہو جائے گا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں جب میں دیکھوں گا اسے فرشتے جہنم کیطرف لیجا رہے ہیں تو حضور ﷺ پوچھیں گے کہ ذرا ٹھہرو۔ اسے کیوں جہنم میں لیجا رہے ہو؟ فرشتے کہیں گے حضور ﷺ ہم نے اس کے اعمال کا وزن کیا ہے اس کے گناہ زیادہ ہیں اس لیے جہنم میں لیجا رہے ہیں۔ ہم حکم الٰہی کے پابند ہیں ہماری تو کسی سے کوئی مخالفت نہیں ہے۔ جس کا نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو گا وہ جنتی ہو گا اور جس کا پلڑا ہلکا ہو گا وہ دوزخی ہو گا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ ذرہ میرے سامنے تولو۔ اب جب فرشتوں کو حکم ہو گا تو وہاں چوں چراں کی کوئی گنجائش نہیں رہے گی۔ اور جب حضور ﷺ نے خود فرمایا میرے سامنے تولو۔ انہوں نے تو پہلے بھی تولا تھا۔ انہوں نے یہ نہیں کہا یارسول اللہ ﷺ کیوں تولیں دوبارہ ایک دفعہ تول چکے ہیں۔ بار بار ہم کیوں تولیں۔ انہیں پتہ ہے کہ اللہ کے محبوب ﷺ ہیں اور جو ہمیں حکم مل رہا ہے اس پر ہمیں عمل کرنا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا دوبارہ تولو۔ تو

Marfat.com

جب وہ دوبارہ تولیں گے تو واقعتاً اس کی نیکیاں کم اور گناہ زیادہ ہونگے۔ کہیں گے حضور ﷺ اب دیکھ لیں سب کچھ آپ ﷺ کے سامنے ہوگیا اب تو جہنمی ہے۔ تو حضور ﷺ فرمائیں گے ایک لحہ رکو حضور ﷺ اپنی جیب سے کوئی چیز نکالیں گے۔ اور نیکیوں والے پلڑے کی طرف رکھیں گے تو اس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوجائے گا اور گناہوں کا پلڑا ہلکا ہوجائے گا۔ فرشتے حیران ہوکر پوچھیں گے کہ یارسول اللہ ﷺ یہ آپ نے کیا رکھا تھا۔ یہ کون سا عمل ہے جو اتنا بھاری ہے کہ نیکیوں کا پلڑا اتنا زیادہ بھاری ہوگیا۔

تو حضور ﷺ فرمائیں گے کہ ایک بار یہ تنہائی میں بالکل خاموش بیٹھا تھا اس کے دل میں میری محبت آئی اس نے چپکے سے دل ہی دل میں درود پاک پڑھ دیا۔ اے فرشتو! یہ اتنا خاموش پڑھ گیا کہ تمہیں بھی پتہ نہ چلا۔ اس کی خاموشی کا یہ عالم تھا کہ اندر ہی اندر سے پڑھا کہ کراماً کاتبین کو کچھ پتہ نہیں مگر میں تو جانتا ہوں کہ اس نے مجھ پر درود وسلام پڑھا تھا۔ تو وہ نبی ﷺ جو اس کے خیال سے بھی واقف ہو اس کے بارے کیا عقیدہ ہونا چاہیے۔ کیا وہ ہمیں دیکھ رہے ہیں یا نہیں؟ دیکھ رہے ہیں۔

حضرات گرامی! یہ عقیدے کی باتیں ہیں۔ عقیدہ ہوتا ہی وہ ہے جس کو بندۂ مومن دلیل مانگے بغیر تسلیم کرے۔ اصل میں حضور ﷺ کی ذات گرامی ہیں کہ جنہوں نے آپ ﷺ کو مانا اور پہچانا اور پھر محبت نصیب ہوئی۔ وہ ایک لمحے کا ہی صحابی بنا۔ اور کوئی عمل نہیں بھی کیا کہ طلوع آفتاب یعنی فجر کی نماز کے بعد مسلمان ہوا اور ظہر کی نماز سے پہلے پہلے طبعی موت فوت ہوگیا۔ اس کی زندگی میں کوئی نماز نہیں آئی۔ کوئی روزہ، کوئی جہاد نہیں کیا، کوئی شہادت نہیں پائی لیکن اس کا مقام اتنا بلند ہے کہ غوث قطب ابدال اس کی برابری نہیں کرسکتے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا تھا۔ حضور صحابی سے بھی کوئی بندہ بڑھ سکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا صحابی سے کوئی بندہ نہیں بڑھ سکتا۔ خواہ وہ کتنے ہی بلند مرتبے پر فائز کیوں نہ ہو۔ حضرت مجدد پاک رحمۃ اللہ علیہ نے نام لے کر فرمایا کہ وہ عاشقوں کا سردار حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہی کیوں نہ ہو۔ وہ بھی ایک صحابی کے مرتبے پر نہیں پہنچ سکتا۔ اب صحابی کو یہ مقام کس عمل کی وجہ سے ملا؟

یقیناً دیدار سے ملا ہے۔ یہ ہے اہل اللہ کا سبق۔ فرماتے ہیں پڑھنے پڑھانے کی باتیں بعد

Marfat.com

میں آجائیں گی۔اصل بات زیارت کی ہے اصل شوق اور تمنا دیدار کی کرو۔جس جس کو دیدار نصیب ہوتا جائے گا اس کے عمل خود بخود صالح ہوتے جائیں گے۔اگر صرف عمل ہی دیکھے جائیں تو منافقین کے پاس بہت تھے۔آج بھی بہت عمل ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت 73 گروہوں میں بٹ جائے گی مگر جنتی ایک ہوگا۔یہ جان لیں کہ جو جنتی گروہ ہوگا وہ عملوں سے نہیں پہچانا جائے گا۔عمل تو باقیوں کے پاس بھی وہی ہوں گے اور بڑھ چڑھ کر ہوں گے لیکن جو جنتی گروہ ہے اس کی پہچان ہے تو صرف عشق مصطفیٰ ﷺ ہے۔دل میں اتنی محبت ہو، ذہن میں اتنا ادب ہو کہ جیسے پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب کا واقعہ آتا ہے۔وہ بیٹھے ارشادات دے رہے ہیں۔بہت سارے حاضرین سامنے ہیں۔آپ بیٹھے بیٹھے فوری کھڑے ہو گئے اور ایک ہی لمحے کے بعد پھر بیٹھ گئے۔جب وہ کھڑے ہوئے تو ساری محفل کھڑی ہو گئی پھر جو بیٹھے تو سارے بیٹھ گئے۔بعد میں لوگوں نے پوچھا سرکار آپ کھڑے ہوئے تھے نہ کوئی آیا نہ گیا۔کھڑا تو بندہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخصیت آتی ہے اس کے ادب میں کھڑا ہو کر اسے ملتا ہے لیکن ہم نے تو دیکھا محفل میں کوئی بندہ نہیں آیا۔آپ کھڑے ہوئے اور فوری بیٹھ بھی گئے۔آپ فرماتے ہیں کہ ہم نے سن رکھا ہے کہ چیل کی عمر 1000 سال سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔میرے سر کے اوپر سے ایک چیل گزری مجھے ایسے خوشبو آئی کہ یہ حضور ﷺ کے زمانے کی ہے تو میں اس کے ادب میں کھڑا ہوا تھا۔ادب کرنے والے لوگ تو یہاں تک ادب کرتے ہیں۔ان کی سوچوں کے انداز ہی نرالے ہوتے ہیں۔

تنور والے سے کسی نے روٹی کی قیمت کے بارے دریافت کیا۔اس نے کہا جو پہلے کی پکی ہوئی ہے وہ آٹھ آنے کی ہے اور جو تازہ پکا کے دیتا ہوں وہ چار آنے کی ہے۔گاہک نے کہا سرکار بھول تو نہیں رہے جو پہلے کی پکی ہوئی ہے وہ مہنگی ہے حالانکہ باسی بھی ہے اور ٹھنڈی بھی اور تازہ آدھے ریٹ پر ملے گی۔وہ فرمانے لگے میں بھول نہیں رہا۔اس (گاہک) نے کہا جناب پھر یہ کیا ہے؟ انہوں (دکاندار) نے فرمایا کہ جو پہلے کی پکی ہوئی ہے حضور ﷺ کے زمانے کے زیادہ قریب ہے اور جو بعد میں پکے گی وہ زمانے سے دور ہوتی جائے گی۔بتائیں یہ سوچ کہاں سے ملتی ہے۔یہ سوچ تو اللہ والوں سے ملے گی نا۔جن کے دل میں محبوب ﷺ کا تقدس، محبوب ﷺ کی عظمت، محبوب ﷺ کی شان اور عزت و آبرو دماغوں میں سمائی ہوئی ہے۔یہ اہل اللہ کی صحبت کے کمالات میں سے ہے۔اللہ والوں کی زیارت کا کمال ہے اور یہی تھا نا! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرض کر رہے ہیں۔یا رسول اللہ ﷺ جب ہم آپ ﷺ کے

Marfat.com

پاس ہوتے ہیں تو واصل باللہ ہوتے ہیں اور جب گھر چلے جاتے ہیں تو وسوسے پڑتے ہیں۔شیطان وسوسے ڈالتا ہے۔آپ ﷺ نے پوچھا تم اس کا کیا حل کرتے ہو؟ کیا توڑ کرتے ہو؟۔انہوں نے کہا فوری آپ ﷺ کے پاس حاضر ہو جاتے ہیں یا آپ ﷺ کا چہرہ مبارک تصور میں لے آتے ہیں۔ جونہی آپ ﷺ کا چہرہ مبارک ہمارے خیالوں میں آتا ہے وہ وسوسہ دور ہو جاتا ہے۔اسی پر کسی شاعر نے کہا تھا۔

جب خیال رُخ مصطفیٰ ﷺ آ گیا
میری سوچوں میں نور خدا آ گیا
ذکر صلی علیٰ مرحبا دوستو
ایک ہی جست میں منتہیٰ آ گیا

جب عشق کی واردات ہوتی ہے تو تن من دھن ہر شے حضور ﷺ پر قربان کر کے بھی نہیں کہا جاتا کہ ہم نے کچھ قربان کیا ہے بلکہ

جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یہ جان تو ایک دن جانی ہی تھی۔عزرائیل نے ایک دن آنا ہی تھا جو نہیں دینا چاہتا اس سے بھی وہ لے جائے گا۔کون کہتا ہے کہ میں عزرائیل سے اپنی جان بچاؤں گا؟ لیکن کیا خوش بخت ہیں وہ جو عزرائیل کے آنے سے پہلے اپنی جان اپنے محبوب ﷺ پر قربان کر دیتے ہیں۔یہی دین کا مغز اور دین کی روح ہے۔

مغز قرآن ، روح ایمان جانِ دیں
ہست حب رحمۃ للعالمین

اعمال شریعہ مومن ہونے کا ثبوت نہیں ہوتے جیسے میں نے پچھلی صوفیاء کانفرنس کے موقعہ پر کہا تھا۔

''لوگ اعمال میں دین تلاش کرتے ہیں حالانکہ دین میں اعمال ہیں اعمال میں دین نہیں ہے۔''

یعنی اعمال ذریعہ دین نہیں ہیں۔اظہارِ دین ہیں۔اعمال سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بندہ دین دار ہے لیکن دھوکا بھی کھا جاتے ہیں۔ایک بندہ نمازیں بہت پڑھ رہا ہے، حج بھی کرتا ہے، زکوۃ بھی،

Marfat.com

روزے بھی لیکن اس کے باوجود منافق ہو سکتا ہے۔حضور ﷺ نے نام لے لے کر نکالے تھے نا! فلاں ابنِ فلاں نکل جائے۔ مسجد نبوی ﷺ میں حضور ﷺ تشریف فرما تھے اور جب منافقین کی طرف سے حضور ﷺ کے کانوں تک آواز گئی تھی کہ اگر یہ اللہ کے نبی ﷺ ہیں، انہیں سارا پتہ ہے تو ہمارا کیوں نہیں پتہ۔ ہم تو اندر سے آپ ﷺ کے مخالف ہیں۔ ہم ان کے پاس بیٹھے ہوتے ہیں ہمارا انہیں کیوں نہیں پتہ۔ اسی وقت حضور ﷺ نے فرمایا تھا۔فلاں بندہ بھی نکل جائے ،فلاں ابن فلاں بھی نکل جائے ۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب وہ بندے نکلے جن کا نام حضور ﷺ نے لیا ہم حیران رہ گئے کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ یہ عشق میں ہم سے بہت آگے ہیں اور ہم رشک کرتے تھے کہ کاش ہم ان جیسے مومن بنیں گے مگر یہ تو منافق نکلے۔ آج ہم بھی دھوکا کھا سکتے ہیں۔ یاد رہے کہ جس کے ساتھ محبت کا دعویٰ ہوتا ہے اسے دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے ہر کوئی جانتا ہے کہ یہ میرے ساتھ کتنی محبت رکھتا ہے۔ ہم اگر جانتے ہیں کہ ہمارے ساتھ کسی کو کتنی محبت ہے تو حضور ﷺ کیوں نہیں جانتے؟ میں اس بات پر زور دیا کرتا ہوں کہ اہل اللہ کیوں اہل اللہ ہیں۔ اولیاء اللہ کیسے بنے ہیں؟ اہل اللہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے منتخب وجود جنہیں انبیاء کرام کہا جاتا ہے اللہ کے چنے ہوئے بندے ہیں۔مگر اولیاء اللہ جو غیر نبی ہیں انہیں یہ مقام کس وجہ سے ملتا ہے؟ جواب یہ ہوگا یہ صرف اور صرف نبی مکرم ﷺ کے دیدار کی وجہ سے ملتا ہے یعنی انبیاء علیہم السلام کے دیدار سے مقام پانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ یاد رہے کہ دیدار کا فیض قیامت تک جاری و ساری ہے کیونکہ اگر دیدار والا فیض منقطع ہو جائے تو پھر ہر کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہم سے آگے نکلنے والے دیدار کی وجہ سے نکلے ہیں اور ہمارے دور میں تو دیدار کا فیض ہی ختم ہو گیا تھا۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ کاش ہم حضور ﷺ کے دور میں ہوتے۔ حالانکہ یہ دور بھی حضور ﷺ کا ہی ہے۔ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں حضور ﷺ کی ظاہری زندگی میں پیدا ہونا نصیب نہیں ہوا تو ہم سے تو وہ بہتر ہیں جو اپنے وقت کے نبی علیہ السلام کا دیدار کرتے تھے کیونکہ جس نے کسی بھی نبی علیہ السلام کا دیدار کیا وہ اس نبی علیہ السلام کا صحابی ہوا۔ حضور ﷺ سے پہلے جتنے انبیاء کرام ہیں ان کے بھی صحابہ ہیں نا! اُن کے صحابہ حضور ﷺ کی امت کے اولیاء اللہ سے افضل ثابت ہو گئے حالانکہ ایسا نہیں ہے ،آقا ﷺ کی امت کے اولیاء اللہ سابقہ انبیاء علیہ السلام کے صحابہ سے افضل ہی نہیں بلکہ آقا ﷺ نے

Marfat.com

ارشاد فرمایا:

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل

میری امت کے علماء (اولیاء اللہ) بنی اسرائیل کے نبیوں جیسے ہیں۔

یہ شکوہ کہ ہمیں کسی نبی کا دیدار نصیب نہیں ہے تو ہم سے افضل تو وہ ہو گئے جو سابقہ انبیاء علیہم السلام کے صحابہ تھے سراسر غلط ہے۔

اللہ تعالیٰ تو فرما رہے ہیں کہ:

''میرے محبوب ﷺ کی امت سابقہ امتوں پر فضیلت رکھتی ہے۔ یہ پہلی امتوں سے ایسے ہی افضل ہے جیسے میرے محبوب ﷺ نبیوں میں افضل ہیں۔ محفل میں نئے آنے والوں کیلئے میں دوبارہ دہرا دیتا ہوں سنیں! یہ تو آپ سب کو علم ہے کہ ایک وقت میں کوئی نہ کوئی نبی دنیا میں ضرور ہوتا تھا۔ علاقوں کے حساب سے نبی مبعوث ہوئے تھے۔ ہر وقت کوئی نہ کوئی نبی کسی نہ کسی علاقے میں ضرور موجود ہوتا تھا۔ بلکہ کوئی علاقہ کسی بھی نبی سے کبھی خالی نہیں رہتا تھا۔ اگر کوئی نبی وصال فرما جاتا تھا تو ان کے وصال کے ساتھ ہی اعلان نبوت فرمانے کیلئے کوئی اور نبی موجود ہوتا تھا۔ لہٰذا اس دور میں مومنین کو یہ فیض ملتا تھا کہ وہ نبی علیہ السلام کی زیات کرتے تھے۔ سوال یہ ہے کہ آج ہم کس نبی علیہ السلام کی زیارت کریں اور فیض پائیں؟ اس طرح تو ہم سے وہ افضل ہو گئے جو سابقہ انبیاء علیہم لسلام کا دیدار کرتے تھے۔

جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ کی ذات گرامی آج بھی اپنے عشاق کی صورت میں موجود ہیں اپنی اُمت کے اولیاء اللہ کی شکل میں موجود ہیں

قرآن مجید میں آیت پاک ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا ------O

اللہ نے مومنوں پر احسان عظیم فرمایا کہ انہیں اپنا محبوب عطا کر دیا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ احسان ہم پر کیسے ہوا۔ اگر ہمارے نبی پاک ﷺ ہم میں موجود نہیں ہیں تو صرف ان پر احسان ہوا جو 63 سال حضور ﷺ کی ظاہری زندگی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہے۔ باقی امت پر کوئی احسان نہ ہوا۔ اس آیت کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے نازل فرمایا ہے۔

Marfat.com

جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ احسان عظیم قیامت تک کے امتیوں کے لئے اولیاء اللہ کی شکل میں رکھا ہوا ہے اور اولیاء اللہ کہتے ہی ان کو ہیں جو حضور ﷺ کی محبت میں فنا ہو جاتے ہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی عطا ہے کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کرتا ہے۔ اس کے ذکر و فکر میں لمحات گزارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہے۔ حدیث قدسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کا اپنا اعلان ہے کہ اس کی آنکھ میں بن گیا ہوں، اس کے ہاتھ میں بن گیا ہوں، اس کی زبان میں بن گیا ہوں، اس کے پاؤں میں بن گیا ہوں۔ یہ مقامِ فنافی اللہ ہی تو ہے کہ دیکھنے میں تو بندہ ہے مگر باطن میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا مظہر ہے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

فقرِ مومن چیست تسخیر جہات
بندہ از تاثیر اُو مولیٰ صفات

حضرت مولانا جامی فرماتے ہیں:

مَن نیم واللہ یارا مَن نیم

میں نہیں ہوں خدا کی قسم میں نہیں ہوں۔ یہ تمہیں دھوکا ہوا کہ میں ہوں تجھے اپنے آپ کا بھی دھوکہ ہے کہ تو ہے۔ اور جب تک تو ہے اس وقت تک پھر وہ نہیں ہے۔ جب تو نہیں ہے تو پھر حق ہی حق ہے۔

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝

اور فرمادیں جب حق آتا ہے تو باطل بھاگ جاتا ہے بیشک باطل کے مقدر میں بھاگنا ہی ہے۔

باطل ہوتا ہی وہ ہے جو حق کے آنے سے مٹ جائے یہی علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

میں جبھی تک تھا کہ تیری جلوہ نمائی نہ تھی
نمود حق سے جو مٹ جائے وہ باطل ہوں میں

میں پکا پکا باطل نہیں ہوں بلکہ جب حق آجاتا ہے تو میں مٹ جاتا ہوں۔ حق آنے کے بعد میں نہیں رہتا یہی فنافی الرسول اور فنافی اللہ کا مقام ہے۔ اسی مقام کے حصول کے لئے ہم اولیاء اللہ کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہیں۔ بیعت ہوتے ہیں۔ ان سے ذکر اور اسباق لیتے ہیں۔ ان کی توجہ لیتے ہیں تاکہ جو ہمارے دل میں تمنائیں ہیں سب کی سب ایک تمنا میں بدل جائیں۔ ایک تمنا ہی باقی رہ جائے۔

Marfat.com

کہ کچھ اور مانگنا میرے مشرب میں کفر ہے
لا دے اپنا ہاتھ میرے دست سوال میں
ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی
آقا صلی اللہ علیہ وسلم اب تو آداب تو خلوت ہو گئی
عشق میں شکوہ کفر ہے ہر التجا حرام
توڑ دے کاسۂ مراد عشق گداگری نہیں

ہر تمنا کو دل سے نکال دے اور ایک تمنا میں ساری تمناؤں کو ضم کر دے جیسے بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اللہ والوں کے پاس جائیں گے تو ہمیں کیا ملے گا تو علامہ اقبال فرماتے ہیں جو تو لینے دینے کی بات کر رہا ہے یہ پیار والی نہیں یہ تو بیوپار والی ہے۔ اللہ کے ساتھ بیوپار نہیں چلتا۔ اللہ کے ساتھ تو پیار چلتا ہے اور جہاں پیار ہوتا ہے وہاں لینے دینے کا مسئلہ ہی ختم ہو جاتا ہے۔ جب بندہ محب اور محبوب کے رشتے میں آجاتا ہے تو پھر کون سی چیز ہے جو محبوب سے چھپائی جاتی ہے؟ وہ محبوب ہی نہیں ہوتا جس سے کوئی چیز چھپائی جائے یا اسے کسی چیز سے محروم رکھا جائے۔ فرماتے ہیں:

تیری دعا سے قضا تو بدل نہیں سکتی
مگر ہے اس سے یہ ممکن کہ تو بدل جائے
تیری سوچوں میں ہو گر انقلاب پیدا
تو عجب نہیں کہ چار سو بدل جائے
تیری دعا ہے کہ تیری آرزو ہو پوری
میری دعا ہے کہ تیری آرزو بدل جائے

اصل میں یہی ہے کہ ہر آرزو سے فارغ ہو جائے اور صرف ایک ہی آرزو ہو کہ

کچھ اور مانگنا مرے مشرب میں کفر ہے
لا دے اپنا ہاتھ میرے دستِ سوال میں

کیونکہ جو اللہ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر کچھ اور کی طلب رکھتا ہے وہ اور ہو جاتا ہے اور اسے اپنی

Marfat.com

پہچان ہی بھول جاتی ہے۔ سورہ حشر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ○

ترجمہ: ''ان جیسے نہ ہو جانا جو اللہ کو بھول بیٹھے اللہ نے انہیں بلا میں ڈالا کہ اپنی پہچان بھول گئے (اپنے آپ کو بھول گئے) وہی فاسق ہیں۔

یہ بندے کو چاہیے کہ اپنا جائزہ لے کہ اُسے کس سے پیار ہے؟ اپنے سے اعلیٰ سے یا ادنیٰ سے۔ سوائے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب کے سب کچھ ادنیٰ ہے۔ اللہ والا ہی اللہ تعالیٰ کا اعلیٰ شاہکار ہے بس اس سے پیار ہونا چاہیے۔ یہ وہ اعلیٰ شاہکار ہے جس کو اللہ کی ذات نے فرشتوں سے سجدے کروائے ہیں۔ نوریوں سے سجدے کروائے ہیں۔ نوریوں کی نورانیت آدم علیہ السلام کے سجدے میں قائم ہے۔ اور لوگ کہتے ہیں یہ تو بشر ہے۔ بشر کے مقام کو کوئی کیا سمجھ سکتا ہے۔

علامہ اقبال کہتے ہیں:

سبق ملا ہے معراج مصطفیٰ ﷺ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو لباس بشریت میں ہی عرش پر بلایا اور یاد رہے کہ حضور ﷺ کا عرش پر جانا ہی صرف معراج نہیں ہے۔ حضور ﷺ سے تو کبھی اللہ جدا نہیں تھا اور نہ حضور ﷺ کبھی اللہ سے علیحدہ تھے۔ یہ صرف اللہ نے بتانا تھا کہ یہ میرا محبوب ہے تم بھی دیکھ لو ورنہ کبھی سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ محب اور محبوب کبھی علیحدہ ہوئے ہوں۔ یہ فقط دنیا والوں کو بتانا مقصد تھا کہ یہ دیکھ لیں کہ میرا محبوب ہے اور محبوب کو پہچان لیں تاکہ تمہارے دل میں حضور ﷺ کی عظمت بیٹھ جائے۔ تمہاری عبادت تب عبادت بنے گی جب معرفت حاصل کر لو گے پہچان حاصل کر لو گے۔

جب تم اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کو پہچان لو گے تو تمہیں اپنی پہچان نصیب ہو جائے گی۔ تم پر اپنی حقیقت عیاں ہو جائے گی پھر یہ ساری کائنات تیرے سامنے ہتھیلی پر رائی کے دانے کی شکل ہوگی۔

حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں:

وِچ جیہڑے وِچ بیڑے وِچ ونج مہانے ہو
چودہ طبق دلے دے اندر رب تنبوہ وانگوں تانے ہو

Marfat.com

حضرت غوث پاک فرماتے ہیں: ''پوری کائنات میرے سامنے ایسے ہے جیسے رائی کا دانہ ہتھیلی پہ ہو۔ یہ انسان کی وسعت ہے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے اپنا عرش قرار دیا ہے۔''

''قلوب المومن عرش الله''

مومن کا دل اللہ کا عرش ہے۔

اللہ کا عرش تو بہت وسیع ہے۔ ساتوں آسمانوں سے اوپر ہے اور پھر کرسی سے بھی وسیع ہے۔ آقا ﷺ فرما رہے ہیں کہ مومن کا دل اللہ کا عرش ہے اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس کا دل کتنا وسیع ہوگا، جس کو اللہ نے اپنا عرش قرار دیا ہے۔ اس لئے علامہ اقبال نے کہا تھا:

خودی کی خلوتوں میں کبریائی
خودی کی جلوتوں میں مصطفائی
زمین و آسمان کرسی و عرش
خودی کی زد میں ہے ساری خدائی

ساری کائنات اس کے سامنے رائی کے دانے کی مثل ہو جاتی ہے۔

''چودہ طبق دلے دے اندر رب تمبوہ وانگوں تانے ہُو''

ترجمہ: چودہ طبق میں ساتوں آسمان آجاتے ہیں اور ساتوں زمینیں بھی۔

دیکھیں! زمین سورج سے اس قدر چھوٹی ہے کہ ایسی کروڑوں زمینیں سورج میں سما سکتی ہیں۔ انسانی جسم کی وسعت کا عالم ہے کہ اتنا بڑا سورج ہماری آنکھ کے تل میں سمایا ہوا ہے جو کہ انسانی بدن کا کروڑواں حصہ ہوگا۔

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خودی کا نشیمن تیرے دل میں ہے
فلک جس طرح آنکھ کے تل میں ہے

مولانا روم فرماتے ہیں:

آنچہ در عالم نگنجد آدم است
آنچہ در آدم بگنجد عالم است

Marfat.com

ترجمہ: وہ چیز جو عالم میں نہ سما سکے آدم ہے وہ چیز جو آدم میں سما جائے عالم ہے۔ آدم کی وسعت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا ہے تو پھر اللہ کے محبوب ﷺ کی شان کیا ہوگی کہ ساتوں آسمان نیچے ہیں اور حضور ﷺ کے پاؤں عرش پر ہیں۔ حضور پاک ﷺ کے لیے آسمان بھی زمین ہے۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

یہ نیل گوں فضا کہتے ہیں جسے آسمان
ہمت ہو پر کشا حقیقت میں کچھ نہیں
بالائے سر رہا تو نام اسکا ہے آسماں
زیر پر آگیا تو وہی آسماں زمیں

کہتے ہیں آسماں کی تعریف یہ ہے کہ سر سے اوپر ہو اور زمین کی تعریف یہ ہے کہ پاؤں کے نیچے ہو۔ کہتے ہیں اپنے نبی ﷺ کی شان تو دیکھو سارے آسمان پاؤں کے نیچے روند دیئے۔ میرے شیخ طریقت فرمایا کرتے تھے کیا آپ حضور ﷺ کی ساری سنتیں ادا کرنے کا شوق رکھتے ہو بلکہ کرنی چاہئیں۔ عرش پہ جانا بھی آقا کریم ﷺ کی سنت ہے اس کا بھی شوق کرلیا کرو۔ کہ یا اللہ مجھے بھی محبوب کریم ﷺ کے قدموں میں بٹھا دے۔ جو حضور نبی کریم ﷺ کے قدموں سے وابستہ ہو جاتا ہے تو قدم نبی ﷺ کا کمال ہے جو اسے جہاں مرضی لے جائے۔ قدم جہاں جائیں گے وہ بھی ساتھ جائے گا جو محبوب ﷺ کی راہ گزر کا ذرہ بن جاتا ہے اور نعلین پاک سے چمٹ جاتا ہے تو پھر نعلین مبارک جہاں پہنچے گا وہ ذرہ خاک بھی وہاں پہنچے گا۔ اسی لئے میاں محمد بخش فرماتے ہیں:

خس خس جناں قدر نہ میرا میرے صاحب نوں وڈیائیاں
میں گلیاں دا روڑا کوڑا مینوں محل چڑھایا سائیاں

وہ یہی بات کر رہے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی راہ گزر کا ذرہ بنا، حضور ﷺ کے قدموں سے چمٹا تو اللہ کی ذات نے جب محبوب ﷺ کو عرش پہ بلایا تو میں بھی ساتھ تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی بھی فرماتے ہیں:

''کبھی کبھار حضور ﷺ مجھے اپنی محفل میں بلاتے ہیں اور میں محفل میں موجود سارے صحابہ سے گزر کر حضور ﷺ کے قدموں میں بیٹھتا ہوں''

Marfat.com

کسی نے کہا اس کا مطلب ہے کہ آپ صحابہ سے بھی آگے گذر گئے فرمایا نعوذ باللہ ایسا نہیں ہے حضور ﷺ کو کبھی کبھی مجھ پہ پیار آتا ہے تو آپ ﷺ مجھے فرماتے ہیں: ''اے مجدد الف ثانی ہمارے پاس آ جاؤ اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ میں صحابہ سے آگے نکل گیا ہوں کیونکہ آگے چلے جانے سے بندہ مقام میں تو نہیں بڑھ جاتا جیسے حضور ﷺ کے کندھوں پر سوار ہو کر حضرت علی پاک نبی ﷺ سے رتبے میں بڑھ نہیں گئے تھے۔ حضرت مجدد پاک فرمارہے ہیں کہ میں روحانی طور پر اس محفل میں بیٹھتا ہوں تو حضور ﷺ مجھے اپنے قدموں میں بٹھا لیتے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیں دین کا صحیح مفہوم عطا فرمائے۔ دین صرف ظاہری علوم کے پڑھنے اور نہ ہی فقط اعمال شریعہ کا نام ہے بلکہ معرفت کا نام ہے، محبت کا نام ہے لہٰذا صرف باتیں کرنے سے بات نہیں بنتی بلکہ ملاقات سے اور دیدار سے بنتی ہے: جب ملاقات ہو گی تو عمل خود بخود صالح ہو جائیں گے اور وہ عمل مقبول عمل ہوں گے۔ اگر دل میں محبت نہیں ہے تو پھر ملاقات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ کا نظام سارا ہی حضور ﷺ کے سپرد ہے۔ حضور ﷺ اللہ کے نظام کے سربراہ ہیں۔ انہیں کی وجہ سے ہم اللہ کو پہچانتے ہیں، اللہ کو جانتے ہیں اور اللہ کو مانتے ہیں۔ جس نے حضور ﷺ کو پہچانا اور جانا اس نے اللہ کو جانا ورنہ اللہ تعالیٰ آج تک کسی کو نہیں ملا اور نہ ہی کوئی خواہش کرے کہ اللہ کسی کو ملے گا۔ اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ روز محشر میں اپنا دیدار کرواؤں گا تو سارے علماءِ محدثین، محققین اس پر متفق ہیں کہ جب دیدار کروائے گا تو کسی صورت پہ آئے گا، خود تو بے صورت ہے۔ اس کی کوئی صورت نہیں۔ تو وہ کس صورت پر تجلی فرمائے گا؟ اپنے محبوب کی صورت کے علاوہ اور کون سی صورت ہو سکتی ہے؟

جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی کو لے کر حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس سے گھر واپس آ رہے تھے تو راستے میں اللہ تعالیٰ نے ان کی بیوی کو اولاد سے نوازا۔ سرد رات تھی، آگ کی ضرورت پڑی اور آگ نظر آئی، خیال کیا کہ میں آگ لے کر آتا ہوں اور آپ کو حرارت پہنچاتا ہوں۔ لیکن یونہی قریب گئے جہاں سے آگ نظر آ رہی تھی وہ اتنی دور ہوتی گئی۔ پھر خوف زدہ ہو گئے کہ یہ کوئی آسیب تو نہیں ہیں۔ کوئی جنات تو نہیں ہیں۔

درخت سے اللہ تعالیٰ نے آواز دی اے موسیٰ میں تیرا رب ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام کو نار کی

Marfat.com

شکل میں اللہ کا جلوہ نظر آیا۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ اگر موسیٰ کو نار کی شکل میں اللہ کا جلوہ نصیب ہو سکتا ہے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یار کی شکل میں کیوں نہیں ہو سکتا؟

اسی لئے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کو دیکھتے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر یقین آتا جاتا ہے۔ غار ثور میں آقا ﷺ نے اپنے یار غار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کوئی خواہش کا پوچھا عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ صدیق کی آنکھیں ہوں اور آپ ﷺ کا چہرہ ہو۔'' یہ نہیں کہا کہ آپ معراج پر گئے تھے اللہ کو دیکھ کر آئے ہیں اب مہربانی فرمائیں مجھے بھی اللہ کا دیدار کروادیں۔ وہ جانتے تھے کہ اللہ کا دیدار حضور ﷺ ہی کر سکتے ہیں امتی نہیں کر سکتا۔ امتی جب کرے گا وہ اپنے نبی ﷺ کی صورت پہ کرے گا اور مرید جب کرے گا اپنے مرشد کی صورت پہ کرے گا۔

بابا فرید گنج شکر فرماتے ہیں میں نے اللہ سے پوری زندگی کچھ نہیں مانگا صرف ایک چیز مانگی ہے کہ اے اللہ تیرا وعدہ ہے کہ تو مومنوں کو روز محشر اپنا دیدار کرائے گا۔ میری ایک گذارش ہے اگر منظور ہو جائے کہ تو نے دیدار تو کسی صورت پہ کروانا ہے۔ میں آپ کی بارگاہ میں التجا کرتا ہوں کہ جب مجھے دیدار کروانا تو میرے پیر کی صورت پہ کروانا کیونکہ میں توحید پرست ہوں۔ پتہ ہے توحید کا عملی مفہوم کیا ہے؟ بس ایک کا ہو جانا توحید ہے۔ ایک کو دیکھنا توحید ہے۔ اسی کو معرفت کہتے ہیں۔

سوال و جواب کی نشست

سوال آج کا انسان ہر طرف سے مایوس ہے اپنے رب کی طرف رجوع کیوں نہیں کرتا اگر کرتا بھی ہے تو مکمل یکسوئی سے نہیں؟

جواب انسان دو قوتوں سے متاثر ہوتا ہے ایک ہے زر، زمین، زن یعنی دنیا کا حسن اور دوسرا ہے حقیقی حسن۔ ایک ہے حسن مجازی دوسرا ہے حسن حقیقی۔ حسن مجازی انسان سے کم تر ہے (دنیاوی رنگینی بھی اللہ کا حسن ہے لیکن یہ مجاز ہے) جب بندے کی توجہ دنیاوی حسن پر جاتی ہے تو اس کے دل پر اس کا قبضہ ہو جاتا ہے اور انسان سے غلطی بھی یہی ہوتی ہے کہ اسے حکم تو ہے کہ سب کچھ میں نے تیرے لئے بنایا ہے۔ لیکن تجھے میں نے اپنے لئے بنایا ہے تیری توجہ میری طرف ہونی چاہیے یہ سب کچھ تیرے قدموں

Marfat.com

میں ہوگا اگر تو میر ابن کے رہے گا۔ ایک قول ہے کہ:

”دنیا جس کی طرف، ہم للچائی ہوئی نظروں سے بار بار دیکھتے ہیں یہ وہ ہے جسے پیدا کرنے کے بعد خالق نے ایک بار بھی نظر رحمت سے نہیں دیکھا۔“

ہمیں پھر کس کی طرف دیکھنا چاہیے؟ اپنے خالق و مالک کی طرف دیکھنا چاہیے۔ اسی لئے میاں محمد بخش فرماتے ہیں:

سوہنی صورت تے عاشق ہونا کاہدی اے دانائی
عاشق ہو توں اس سوہنے دا جس اے شکل بنائی

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

”دنیا تمہارے اپنے سائے کی مثل ہے۔ سایہ پیچھے ہوتا ہے اگر رخ سورج کی طرف ہو لیکن اگر چہرہ اس کے برعکس ہوا تو سایہ آگے ہوتا ہے۔ اگر اس کو پکڑنے کی کوشش کریں تو وہ پکڑا نہیں جاتا بلکہ آگے آگے بھاگتا ہے۔“

آخر میں نصیحت کرتے ہیں کہ اپنا چہرہ آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رکھو کہ یہ دنیا تمہارے قدم چومتی آئے۔ جب بندہ مالک حقیقی کے حقیقی حسن کی بجائے مجازی حسن کا عاشق ہو جاتا ہے تو اس کے دل پر اس کی گرفت ہوتی ہے تو یقیناً اس میں مایوسی ہوتی ہے اور وہ ذات کے حقیقی حسن کا نظارہ کرنے سے محروم رہتا ہے۔ اسے وہ کیفیت نصیب نہیں ہوتی جو پریشانی سے نجات دلا دے۔ یہ صرف حسن ذات میں محو ہونے سے ہے جیسے دوران جنگ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی پنڈلی مبارک پر تیر پیوست ہو گیا تھا جب نکالتے تھے تو تکلیف ہوتی تھی۔ سب نے مشورہ دیا کہ جب آپ نماز ادا فرمائیں گے پھر کھینچ لینا کیونکہ نماز کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جسم موم کی طرح ہو جاتا تھا اور جب لڑتے تھے تو فولاد کی طرح ہوتا تھا ۔ واقعتاً ایسا ہوا نماز میں جب جسم میں سے تیر کھینچا گیا تو انہیں پتہ بھی نہ چلا اور ایسے تیر نکل گیا جیسے تازہ مکھن سے بال کھینچا جاتا ہے۔ یہ ذات کبریا کا حسن ہے جس کے دیدار میں بندہ پگھل جاتا ہے۔ جب ہمیں یہ استغراقیت نصیب ہوگی تو پھر لذت بندگی کا علم ہوگا۔ ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہم پڑھ نماز رہے ہوتے ہیں مگر دکان کا حساب کر رہے ہوتے ہیں یعنی نمازی کو جو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا ہے وہ نماز میں

Marfat.com

وہیں پہنچا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز میں ہمیں حضوری قلب نصیب نہیں ہوتی۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحضور القلب

ترجمہ: خبردار اس کی نماز نہیں جس کا قلب حاضر نہیں۔ تو جو کھڑا تو نماز میں ہو لیکن دل کسی اور کو دیا ہو پھر وہ نماز کیسی ہے؟ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ ○ (سورۃ الماعون)

بربادی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز میں غافل ہیں

نماز سے غافل نہیں ہیں بلکہ نماز میں غافل ہیں

یعنی پڑھتے ہیں لیکن غفلت کا شکار ہیں۔

حضور ﷺ نے صحابہ سے ارشاد فرمایا:

کوئی ہے جو حضوری قلب سے نماز پڑھے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہاتھ کھڑا کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اچھا پڑھو۔ اگر تم پڑھ گئے تو تمہیں ایک اونٹ بطور انعام اونٹ دیا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شروع کی۔ صرف دو رکعات پڑھنی تھی۔ اس سے پہلے پوری پوری رات پڑھتے تھے تو حضوری قلب ہوتی تھی لیکن اس دن دو ہی نہ پڑھی گئیں۔ حضور ﷺ نے مسکرا کے پوچھا۔ علی پڑھ لیں۔

عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ نہیں پڑھی گئیں۔ حضور ﷺ کو پتہ تھا کہ نہیں پڑھی جائیں گی۔ یہ تو عام بات ہے۔ آپ کو بھی پتہ ہوگا کہ کیوں نہیں پڑھی گئیں تھیں۔

حضور ﷺ نے پوچھا کیا خیال آیا؟

عرض کی حضور ﷺ خیال یہ آیا کہ جو آپ ﷺ نے مجھے اونٹ دینا ہے کہیں وہ تو نہیں جو ایک آنکھ سے اندھا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا خیال اونٹ کا ہی آنا تھا۔ آنے والی امت کو بتانا مقصود ہے کہ نماز کا صلہ اونٹ ہوتا ہی نہیں ہے۔ نماز کا انعام اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے۔ ہم نے رکھ دیا اونٹ تو پھر جو انعام رکھا جائے اس پر نظر جاتی ہے۔ آج ہم اس واقعہ کی روشنی میں سمجھ سکتے ہیں کہ ہماری نمازوں کا ایسا حال کیوں ہے۔ کیونکہ ہم نے بھی نماز کا صلہ دنیاوی چیزوں کو رکھا ہوا ہے۔ ہمارے تمام اعمال کا یہی حال ہے۔ کوئی

Marfat.com

عمل بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے نہیں کرتے بلکہ خواہشات نفس کی تکمیل مقصود ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ خوش ہو کر ہمیں نوازے گا۔ دیکھیں صدقہ ردِ بلا ہے لہٰذا جب کوئی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے۔ بیماری میں مبتلا ہو جائے۔ مقدمہ پڑ جائے تو کہتے ہیں کوئی صدقہ خیرات کرو تو یہ سب کیا ہے؟

ہم اللہ کی رضا کیلئے تو کچھ کر ہی نہیں رہے۔ ہم تو اپنے لئے سب کچھ کر رہے ہیں۔ یہی تو حضرت رابعہ بصری سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ کے ایک ہاتھ میں آگ ہے، ایک میں پانی ہے یہ کیسا حال بنایا ہے؟ تو فرماتی ہیں کہ میں اس آگ سے جنت جلانا چاہتی ہوں اور اس پانی سے دوزخ بجھانا چاہتی ہوں کیونکہ میں دیکھ رہی ہوں لوگ یا تو دوزخ کے خوف سے نماز پڑھتے ہیں یا جنت کے شوق میں نماز پڑھتے ہیں۔ میں کہتی ہوں دونوں ہی نہ رہیں تا کہ جو بھی نماز پڑھے اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے پڑھے۔

مقصد صرف سمجھانا تھا۔ ورنہ (نا عوذ باللہ) کوئی یہ تو نہیں کر سکتا کہ دوزخ کو بجھا دے یا جنت کو جلا دے یہ تو آنے والوں کے لئے سبق ہوتا ہے تا کہ لوگ سمجھیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور اللہ ہم سے کیا چاہتا ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا:

سوداگری نہیں عبادت خدا کی ہے
اے ناسمجھ جزا کی تمنا ہی چھوڑ دے

تو نے پیار تو پیدا ہی نہیں کیا بلکہ بیوپاری کی طرح ہے۔ میں یہ کروں گا تو اللہ مجھے یہ دے گا، صبح دو سنت پڑھیں اور دو فرض پڑھے اور پھر اس کے بعد کروڑوں کی لسٹ اللہ کے سامنے رکھ دی۔ یا اللہ یہ دے دے، یا اللہ یہ کر دے۔ یہ سوداگری ہوئی عبادت تو نہ ہوئی۔ نہ نماز میں حضوری نصیب ہوئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ نے سن رکھا ہوگا کہ آپ رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب سلام پھیرا تو دیکھا بڑی تعداد میں لوگ اکٹھے ہیں اور بہت شور برپا ہے۔ آپ نے پوچھا تو لوگوں نے کہا سرکار آپ کو پتہ نہیں چلا؟ مسجد کے پاس ایک جھونپڑی میں آگ لگ گئی تھی سارے لوگ اس کو بجھا رہے ہیں، کوئی ریت سے کوئی پانی سے آپ کو پتہ نہیں چلا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس نے مجھے نماز میں ایسا محو کر دیا تھا کہ تمہاری ایک آواز بھی میرے کان میں نہیں پڑی۔ اب مولوی صاحب نماز کے بعد اونچی آواز میں کلمہ شروع کر دے تو جو پیچھے کھڑے ہوتے

Marfat.com

ہیں اور نماز میں لیٹ شامل ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں ہماری نماز خراب کر دی۔ کلمہ کا ورد کر دیا ہماری نماز خراب ہو گئی۔ اصل میں ان کا حساب خراب ہوتا ہے تو کہتے ہیں ہماری نماز خراب ہو گئی۔ نماز تو خراب ہوتی نہیں ہے۔ وہ کیا نماز جو خراب ہو جائے۔ بابا بلھے شاہ نے ایسی نمازوں کے بارے جس میں خشوع وخضوع نہ ہو فرمایا تھا:

ے ریا تھی وانگ کھلو لینا اک نہ دینے دو

دوران نماز اللہ تعالیٰ سے کوئی رابطہ نہیں ہے، کوئی تعلق نہیں تو پھر یہ سب کچھ اپنے ساتھ فراڈ اور دھوکہ ہے کیونکہ نماز تو ہے ہی دیدار کا نام۔ ہم نماز میں جب کہتے ہیں کہ ''ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے مدد چاہتے ہیں'' تو ہم یہ کس کو کہہ رہے ہوتے ہیں؟

''تیری'' اسے کہتے ہیں جو سامنے حاضر ہو۔ سورۃ فاتحہ کا ترجمہ دیکھیں: سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو عالمین کا رب ہے۔ وہ رحیم و کریم ہے۔ وہ روز جزا کا مالک ہے، وہ کا صیغہ ہے۔ وہ کہتے ہیں صیغہ واحد غیب کو۔

لیکن جب آتا ہے:

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے مدد چاہتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ ہم اس کے روبرو ہیں اس کے سامنے حاضر ہیں۔

کسی شاعر نے فرمایا ہے:

ے وہ گل گل نہیں جس گل میں بُو نہیں
وہ دل دل نہیں جس دل میں تو نہیں
سجدہ تو جائز ہیں جس سجدے میں تُو نہیں
گفتگو پھر کس سے کروں گر تو ہی روبرو نہیں

لَا صَلٰوةَ اِلَّا بحضور القلب

نماز ہوتی نہیں جب تک قلب نہ حاضر ہو۔

Marfat.com

خواجہ معین الدین اجمیری جنہوں نے 90 لاکھ ہندوؤں کو مسلمان کیا ان کا فرمان ہے:

''آنکس کہ در نماز نہ بنید جمال دوست۔ فتویٰ میں دہم کہ نمازش قضا کنند''

کوئی بھی ہو نماز میں دوست کا جلوہ نہ دیکھے ہم فتویٰ دیتے ہیں کہ اس کی نماز قضا ہو گئی۔

جو نماز میں یار کا جلوہ نہ دیکھے یعنی جو حاضر نہ ہو۔

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تسبیح پھری پر دل نہ پھریا کیہ لینا تسبیح پھڑ کے ہو
چلے کٹے پر کجھ نہ کھٹیا کیہ لینا چلیاں وڑ کے ہو
علم پڑھیا پر ادب نہ سکھیا کیہ لینا علم نوں پڑھ کے ہو
جاگ بنا دودھ جمدے نئیں باہو بھاویں لال ہوون کڑھ کڑھ کے ہو

کہتے ہیں علم پڑھنے والی چیز ہے اور ادب سیکھنے والی چیز ہے۔ علم کتابوں سے ملے گا ادب کسی اللہ والے کی صحبت سے ملے گا۔ جیسے ایک پڑھا جاتا ہے اور پھر ورکشاپ میں جا کے سیکھا جاتا ہے۔ تو فرماتے ہیں علم پڑھیا پر ادب نہ سکھیا۔ پڑھ تو گئے۔ بڑے علامہ بن گئے لیکن ادب سے خالی، جب ادب سے خالی ہیں تو صورت ہی بندوں کی ہے ویسے چوپائے ہیں بلکہ چوپاؤں سے بھی بدتر ہیں، درندے ہیں۔ جن کو عظمت انسان کا ہی نہیں پتہ۔

حدیث پاک میں ہے:

مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے۔ آج کیا ہو رہا ہے مسجدیں محفوظ نہیں ہیں۔ درگاہیں محفوظ نہیں ہیں، مزارات محفوظ نہیں ہیں۔ بم پھینکنے والے کیا غیر مسلم ہیں؟

غیر مسلم نہیں ہیں۔ مسلمان ہی ہیں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر جلوس نکل رہا ہو تو بم پھینک دیا، مزارات شرک کے گڑھ ہیں اس لئے ان کو ختم ہی کر دو۔

''نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری''

جب مزارات ہی ختم ہو جائیں گے تو شرک ختم ہو جائے گا۔ اِن بم پھینکنے والے جاہل لوگوں کو کون سمجھائے کہ نہ شرک ہو رہا ہے اور نہ ہی شرک ہو گا۔ اگر کوئی اَن پڑھ جاہل آدمی جس کو نہیں پتہ کہ دربار پر

Marfat.com

جا کے کس سے اور کیسے مانگنا ہے تو اس کو نہ پتہ ہونے میں کس کا قصور ہے؟ اسے پتہ نہیں دیا یہ کس کا قصور ہے؟ اگر وہ جا کے کہتا ہے کہ داتا صاحب تجھ سے ہی لینا ہے اور بیٹا لینا ہے یا بیٹے کیلئے ویزہ میں نے تجھ سے ہی لینا ہے تو اس کو سمجھانا کس کی ذمہ داری تھی؟

پہلے تو دربار پر جایا ہی اس لئے نہیں جاتا کہ کوئی منت مانی جائے۔ دنیا مانگی جائے، دنیا مانگنے کی تو سختی سے ممانعت ہے۔ ہم نے اللہ سے فقط اس کے محبوب ﷺ کا دیدار مانگنا ہے۔ جب تو نے دیدار مانگ لیا تو پھر کون سی چیز ہے جو تجھے نہیں ملے گی۔ جب تو دامن مصطفیٰ ﷺ سے لپٹ جائے گا تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تیرا دامن خالی رہ جائے۔ تو نے دامن پکڑا ہی نہیں ہے اس لئے تیرا دامن خالی ہے۔ اسی لئے تو پریشان ہے اس پریشانی کا حل صرف اور صرف اللہ والوں کی صحبت سے ملتا ہے۔

سوال اولیاء اللہ یعنی بزرگوں سے مدد کیسے حاصل کی جائے؟

جواب: بزرگوں سے مدد تو اصل یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرے اور دنیا کی محبت سے جان چھڑوا لے۔ اللہ کا ہو کر رہ جائے۔ اصل تو مدد یہی ہے کہ زر، زمین، زن نے اس کے دل پہ قبضہ کیا ہوا ہے جیسا کہ کوئی صورت ایسی خوبصورت ہوتی ہے جو پسند آتی ہے اور وہ دل سے نکلتی نہیں ہے۔ نماز پڑھتے وقت بھی وہی صورت اس کے خیالوں میں ہوتی ہے۔ تو بندہ پریشان ہوتا ہے کہ یہ صورت میرے خیالوں سے نکلتی کیوں نہیں؟ اس نے تو مجھ پر قبضہ جما لیا ہے۔ اولیاء اللہ سے مدد مانگی جاتی ہے کہ میرا دل غیر کی محبت میں گرفتار ہو چکا ہے اس معاملے میں میری مدد کی جائے کہ میری اس سے جان چھوٹ جائے اور میرا دل اللہ کے لئے ہو جائے۔

ایک سوال یہ بھی ذہن میں اٹھتا ہے کہ سب کچھ تو اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے اولیاء اللہ سے کیا ملتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ سے سب کچھ ملنے کے بارے ذہن اس عالم ناسوت یعنی مادی زندگی میں استعمال ہونے والی اشیاء ہیں۔ یعنی تقاضہ بشریت پوری کرنے کے متعلق ہیں۔ مگر اخروی زندگی کی کامیابی صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کی محبت سے مشروط ہے جو صرف اور صرف اہل اللہ کی صحبت کا ثمر ہے۔ سوال کرنے والا معلوم نہیں کیا پوچھنا چاہتا ہے۔ یا علی مدد، یا غوث مدد، یا رسول اللہ ﷺ مدد، شاید

Marfat.com

اس طرح کا سوال اس کے ذہن میں ہے۔

اس کا جواب سنیئے:

ہم ایک دوسرے سے مدد مانگتے ہیں۔ مالی مدد ہو یا اخلاقی کہتے ہیں ناں! فلاں معاملے میں میری مدد کرنا مدد ہر بندہ ہی ایک دوسرے سے مانگتا ہے اور مدد کرنا عین عبادت ہے۔

؎ دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ اطاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرّو بیاں

عبادت کے لئے تو فرشتے بہت تھے۔ بندے کی عبادت اصل میں ایک دوسرے کو محبت دینا، اس سے تعاون کرنا، اس کی غمی خوشی میں شریک ہونا گویا مدد لینا دینا ہماری ضرورت ہی نہیں ہے بلکہ عبادت ہے۔

ایک دوسرے سے مدد مانگنا تو جائز ہوا۔ اس پر دوسرا سوال یہ ہے کہ زندہ سے مدد تو مانگی اور زندہ مدد کرنے پر قادر ہیں لیکن جو اس جہان کو چھوڑ کر دارِ آخرت میں چلے جاتے ہیں کیا اُن سے بھی مدد مانگی جا سکتی ہے؟ اور کیا وہ مدد کرنے کی صلاحیت اور قدرت رکھتے ہیں؟ یعنی مدد تو زندہ سے مانگی جاتی ہے اور دوسرا یہ کہ وہ سامنے حاضر ہو تب مدد مانگی جاتی ہے اگر حاضر نہ ہو مگر زندہ ہو تو اسے پیغام بھیجا جاتا ہے کہ فلاں کا پیغام ہے کہ میری مدد کرو۔ کچھ لوگوں کے ذہن میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو زندہ ہے اور انبیاء علیہ السلام، اولیاء کرام مردہ ہیں وہ ہماری سنتے نہیں ہیں۔ لہٰذا ہماری مدد نہیں کر سکتے اس لئے ہم ان سے مدد نہیں مانگ سکتے۔

اس کا جواب بہت تفصیل طلب ہے سُنیں! جب ایک دوسرے سے مدد مانگنا جائز ہے تو مدد اللہ تعالیٰ کے غیر سے مانگنا درست ثابت ہوئی۔ اب رہی بات کہ مدد زندہ سے مانگی جائے یا مردہ سے بھی مانگی جا سکتی ہے؟ یہاں نیا عنوان شروع ہو جاتا ہے کہ مردہ کون ہے اور زندہ کون ہے؟ کیا دنیا سے رخصت ہونے والے زندہ ہیں یا تمام کے تمام مردہ ہیں؟ دیکھیں! شہید کو اللہ تعالیٰ نے زندہ قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جو میری راہ میں قتل ہو جائیں انہیں مُردہ مت کہو وہ زندہ ہیں رزق پاتے ہیں تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں۔''

Marfat.com

ایک اور سوال: شہید کو اللہ تعالیٰ نے زندہ قرار دیا ہے کیا نبی اللہ یا ولی اللہ جو شہید نہیں ہوئے وہ بھی زندہ ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ نبی جس کا امتی اُن کے نام پر مرے تو اللہ تعالیٰ اسے زندہ قرار دے اس نبی کا مقام کس قدر بلند ہوگا وہ بدرجہ اولیٰ زندہ ہوا۔ کچھ کہتے ہیں نہیں جی شہید ہی زندہ ہے نبی علیہ السلام شہید نہیں ہوئے وہ زندہ نہیں ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر امتی کا مقام اس کے عمل سے متعین ہوتا ہے مگر نبی کا مقام اس کے عمل سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہوتا ہے۔ عمل سے وابستہ نہیں ہوتا۔ اُن کے اعمال تو امتیوں کے لئے فرض واجب یا سنت کا درجہ رکھتے ہیں۔ لہٰذا نبی بھی زندہ ہیں، ولی بھی زندہ ہیں، غوث اعظم بھی زندہ ہیں، علی رضی اللہ عنہ بھی زندہ ہیں اور اگر مدد مانگنا زندہ سے مشروط ہے تو پھر زندہ تو وہ ہیں کہ انہیں مردہ مت کہو، اگر کوئی پھر بھی بضد ہے کہ نہیں جی اس کا شہادت کا موت پانا ہی زندہ ہونے پر دلالت کرتا ہے ورنہ اسے زندہ نہیں کہہ سکتے لہٰذا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدد، یا غوث مدد جائز نہیں ہے۔ اگر یہ بات بھی ہے تو حضرت علی پاک تو شہید ہوئے، عمر فاروق رضی اللہ عنہم بھی شہید ہوئے اور بہت سارے صحابہ جنہیں شہید کیا گیا۔ حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہم بھی شہید ہوئے وہ تو زندہ ہیں۔ ان سے تو مدد مانگی جا سکتی ہے۔ لہٰذا یا علی مدد، یا عمر فاروق مدد، یا عثمان غنی مدد، یا حسن و حسین مدد جائز ہوا۔

''یا علی مدد'' علی تو ویسے بھی اللہ کا نام ہے آیت الکرسی کے آخر میں ''**وھو العلی العظیم**'' تو علی اللہ کا نام ہے اور حضرت علی پاک کا نام رکھا بھی خود نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہے۔ اللہ کے صفاتی نام بھی بہت سارے ہم رکھتے ہیں۔ جبار، ستار، غفار ساتھ ''عبدل'' لگا لیتے ہیں۔ علی تو اللہ کا نام ہے اگر اللہ کا نام نہ بھی ہو تو تب بھی یا علی کہنا جائز ہے کیونکہ اللہ نے اپنے بندوں کی ڈیوٹیاں لگائی ہیں جیسے فرشتوں کی بھی ڈیوٹیاں ہیں۔ جبرائیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل وغیرہ کی اپنی اپنی ڈیوٹی ہے۔ کسی کی روح قبض کرنے کی ڈیوٹی ہے، کسی کی بارش برسانے کی ڈیوٹی ہے۔ دو فرشتے ہر بندے کے دائیں بائیں کندھے پر موجود ان کے اعمال صالح اور اعمال بد لکھنے پر مامور ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب تم کسی ویرانے میں راستہ بھول جاؤ تو بلند آواز سے کہو:

اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ

اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔

Marfat.com

اللہ کے کچھ بندے جو تمہیں نظر نہیں آتے موجود ہوتے ہیں وہ مدد کرتے ہیں۔ ایک اور بات کہ مرنے کے بعد ہر کوئی زندہ ہوتا ہے خواہ وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو۔ ہم قبرستان سے گزرتے ہیں تو کہتے ہیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ

اے قبرستان والو! تمہیں سلام ہو۔

اہل قبور سلام سنتے بھی ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔ جنگ بدر کے بعد آقا ﷺ کفار کی لاشوں پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے فلاں ہمارے ساتھ کیا ہوا اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا کیا تمہارے ساتھ بھی ہوا؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ یہ آپ ﷺ کی آواز سن رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ بالکل اسی طرح ہی سن رہے ہیں جس طرح تم سن رہے ہو۔ فقط بول نہیں سکتے۔ کافروں، منافقوں اور فاسقوں کی روح سجین (سجن بمعنی جیل) میں جاتی ہے۔ ایسے لوگ قیدیوں کی طرح کسی کی کچھ مدد نہیں کر سکتے مگر اہل اللہ کی ارواح مقام علیین میں ہوتی ہے اور آزاد ہوتی ہیں۔ جب چاہیں جہاں چاہیں پہنچتی ہیں اور مدد فرماتی ہیں۔ یا علی مدد، یا غوث مدد کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ یہ ہستیاں معاشرے میں ہمت و جوانمردی کا استعارہ ہیں۔ بہادری کا ایسا شاہکار ہیں کہ ان کا نام لینے سے وہی جذبہ، ہمت اور جوش وجود میں آتا ہے۔ ہمیں تو یقین ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ ہستیاں روحانی طور پر موجود ہوتی ہیں جب بھی انہیں پکارو وہ آپ کو مل جاتے ہیں۔ مدد بھی کرتے ہیں۔ اگر کسی معاملے میں رہنمائی چاہو تو رہنمائی بھی کرتے ہیں۔ یہ میرا ذاتی تجربہ بھی ہے۔

میں نے جب نئی رہائشگاہ بنائی تو سوچا کہ نماز کس مسجد میں پڑھوں۔ بہت سی اور مساجد تھیں۔ بس ایک ذہن تھا کہ کس مسجد میں نماز پڑھوں۔ ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ میرے حضرت صاحب جو اس دنیا سے پردہ فرما گئے ہیں وہ آ گئے اور فرمایا فلاں مسجد میں پڑھو۔ یہ میں غلط بیانی نہیں کر رہا۔

مجھے حضرت سلطان باہو کے کلام سے بہت انس ہے۔ ایک رات وہ مجھے خواب میں ملے اور بڑی لمبی ملاقات ہوئی۔ بہت ہی لمبی پتہ نہیں کیا کیا باتیں ہوئیں اور پھر کہا کہ اچھا اب چلتا ہوں۔ میں نے کہا حضرت صاحب اتنی جلدی جانے لگے ہیں پھر کب ملیں گے۔ فرمانے لگے ابھی تھوڑی دیر بعد نماز فجر فلاں مسجد میں اکٹھے پڑھیں گے۔ یہ وہی مسجد تھی جس میں حضرت صاحب نے فرمایا تھا۔ لہٰذا اگر مدد

Marfat.com

طلب کریں تو وہ ملتے ہیں اور جو مشورہ چاہے دیتے ہیں۔ میں قرآن مجید کی آیات کے ترجمے اور مفہوم بھی اپنے مرشد سے پوچھتا ہوں۔ جیسے وہ ہے

مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ۔۔۔۔۔الخ

ترجمہ: میں نے دو دریا بہائے۔ وہ دونوں آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ ایسے ملے ہوئے ہیں کہ اسے جدا نہیں سمجھا جاسکتا لیکن پھر بھی ان کے درمیان ایک پردہ حائل ہے جو انہیں ملنے نہیں دیتا۔ وہ دریا کون سے ہیں؟ اس پر بہت سی تفسیریں میں نے پڑھیں۔ پیر کرم شاہ صاحب کی بھی تفسیر پڑھی لیکن اس میں بھی یہ مسئلہ حل نہیں ہوا۔ اسی انتظار میں لیٹا تو سرکار تشریف لائے اور فرماتے ہیں کہ کئی بار تو آپ کو بتایا ہے۔ ان دو دریاؤں سے مراد بحرِ توحید اور بحرِ رسالت ہیں۔ ایک لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ اور دوسرا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے۔ یہ ایسے ہیں کہ انہیں آپ جدا نہیں کر سکتے۔ جہاں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے وہاں ساتھ ہی مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے۔ ''وٗ'' کا بھی اندر وقفہ نہیں ہے۔

ان اللہ والوں سے مدد مانگنا جائز ہے۔ یا علی، یا غوث یا مصطفیٰ ﷺ، یا رسول ﷺ بالکل جائز ہے۔ 100 فیصد جائز ہے۔

حدیث پاک سے ثابت ہے۔ ایک نابینا صحابی حضور ﷺ کے پاس آیا یا رسول اللہ آنکھیں چاہئیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایسے کر، گھر چلا جا، وہاں جا کر غسل کر کے صاف کپڑے پہن کر دو رکعت نماز کے بعد یہ دعا مانگنی ہے۔ جو دعا حضور ﷺ نے اسے ارشاد فرمائی اس دعا کو آپ پڑھیں۔ ہمارے پچھلے رسالے ''ترجمان طریقت'' میں بھی شائع ہوئی تھی۔ پہلے وہ اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہے اور آخر پر ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بناتا ہوں آپ ﷺ میری سفارش کریں مجھے آنکھیں مل جائیں۔

ایک اور حدیث ہے: حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے آقا ﷺ کے وصال کے تین روز بعد ایک صحابی مدینہ شریف پہنچے اور روضہ رسول پر گر پڑے اور خاک پاک کو سر پر ڈالا اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ جو آپ ﷺ نے فرمایا ہم نے سنا اور جو آپ ﷺ نے اپنے رب سے سیکھا وہ ہم نے سیکھا جو آپ ﷺ پر نازل ہوا اس میں یہ آیت بھی ہے، مفہوم ہے:

Marfat.com

''اگر تم اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھو تو میرے محبوب ﷺ کے پاس آ جاؤ اور اللہ سے مغفرت مانگو حضور ﷺ آپ کی سفارش کریں تو اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحیم پائیں گے۔ ﴿النسآء۔64﴾

میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کئے ہیں اب آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں اے سراپا رحمت میری بخشش کے لئے دعا فرمایئے۔

فَنُوْدِی مِنَ الْقَبْرِ اِنَّہ' قَدْ غَفَرَلَكَ

''قبر انور سے آواز آئی تجھے بخش دیا گیا۔''

دیکھیں! آقا ﷺ تو وصال فرما گئے تھے مگر قبر انور سے آواز آ رہی ہے اور نابینا صحابی کو جو دعا سکھائی اُس میں یارسول مدد کا معنیٰ واضح نظر آ رہا ہے بشرطیکہ نظر بینا نصیب ہو۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح العقیدہ مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہ نبی الکریم ﷺ۔

☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

احساس قربِ رسول ﷺ

قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد کے طلباء سے خطاب

Marfat.com

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○قال اللّٰہ تعالٰی فی القراٰن المجید والفرقان الحمید ○ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِم ○ صدق اللہ العظیم وصدق النبی الکریم ○ قال اللہ تبارک وتعالٰی فی شان حبیبہ ○ ان اللہ وملٰئکتہٗ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ○ اللھم صل علٰی سیدنا وشفعینا وجبیبا وماونا وملجانا و مولانا محمد وعلٰی اٰل سیدنا واصحاب سیدنا وازواج مطھرۃ سیدنا وبارک وسلم وسلم علیہ ○

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللّٰہ　　الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

یارسول اللہ ﷺ! ہماری دل و نگاہ پہ چھائے ہوئے ہیں آپ ﷺ
رگ رگ میں مثل روح کے سمائے ہوئے ہیں آپ ﷺ
آ رہی ہے مجھ کو نظر جو چہروں پہ تازگی
محسوس ہو رہا ہے کہ آئے ہوئے ہیں آپ ﷺ

صاحبان اہل ذوق وشوق! نعت خوانان شیریں بیاں، محبت وپیار اور عقیدت کے ساتھ آقا و مولا ﷺ کی بزم منانے والے تمام حاضرین نہایت مبارکباد کے مستحق ہیں اور ہم سب شکر گزار ہیں اللہ رب العزت کے کہ جس نے ہمیں چند گھڑیاں، اپنے اور اپنے محبوب پاک ﷺ کے ذکر میں بیٹھنے کی

Marfat.com

توفیق دی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان گھڑیوں کا شکرانہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے قلوب میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو فروغ فرمائے۔

حضرات گرامی! چند باتیں موضوع کے حوالے سے اختصار کے ساتھ عرض کر کے اپنی حاضری پیش کر کے اجازت چاہوں گا۔ تقاضا بشری کے مطابق مجھے احساس ہے کہ ہر کسی کو روزگار کے سلسلے میں کام پر نکلنا ہوگا۔ مجھے خود پریڈ پڑھانا ہے کالج میں، اس لیے میں اختصار کے ساتھ چند باتیں عرض کر کے اجازت چاہوں گا۔

حضرات گرامی! میں نے جو آیت پاک تلاوت کی اس کے ترجمے: ''میرا نبی مومنوں کی جانوں سے بڑھ کر انکے قریب ہے۔'' کے حوالے سے ایک دو باتیں جن کا تعلق عقائد دین سے ہے اور عشق صلی اللہ علیہ وسلم رسول سے ہے۔ عرض کرتا ہوں۔

حضرات! حدیث پاک ہے: حشر کا روز ہوگا۔ ایک گناہگار جس کو فرشتے پکڑ کر دوزخ کی طرف لے جا رہے ہوں گے اس پر حضور آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پڑے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان فرشتوں کو روکیں گے اور فرمائیں گے، بھئی ذرا ٹھہرو! اس کے اعمال آپ نے تولے ہیں؟ فرشتے عرض کریں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم اللہ کے حکم کے پابند ہیں۔ جو حکم صادر ہوتا ہے اس کو بجا لاتے ہیں۔ ہم نے اس کے اعمال کو میزان عدل پہ تولا ہے اس کی نیکیاں کم ہیں اور اس کے گناہ زیادہ ہیں۔ ہم نے میزان عدل پر تول کر فیصلہ کیا ہے کہ جہنمی ہے۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے کہ ایک دفعہ میرے سامنے تولو۔ فرشتے اعمال کو دوبارہ تولیں گے تو واقعی اس کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہوگا۔ اور گناہوں کا پلڑا بھاری ہوگا تو وہ عرض کریں گے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ لیں ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تولا ہے۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اجازت فرمائیں کہ یہ جہنمی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے، ذرا ٹھہرو! اور اپنی جیب پاک سے ایک چیز نکالیں گے اور اسے نیکیوں کے پلڑے میں رکھ دیں گے۔

اسی اثناء میں نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو جائے گا اور گناہوں کا پلڑا ہلکا ہو جائے گا۔ فرشتے حیرانی کے عالم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کریں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ڈالا۔ فرمایا ایک نیکی تھی اس کی جو آپ کے پاس نہیں تھی۔ وہ صرف میرے پاس تھی اور وہ نیکی تھی، کہ ایک اندھیری رات تھی، سناٹا تھا

Marfat.com

رات کا آخری پہر تھا، اسے اپنے گناہوں پر شرمندگی محسوس ہوئی، اس نے رونا شروع کر دیا اور روتے روتے اس نے مجھ پر درود و سلام پڑھا۔ اتنا ہلکا اور اتنا دل میں پڑھا کہ کراماً کاتبین کو (جو دونوں کندھوں پر فرشتے بیٹھے ہیں) بھی اس کی خبر نہ ہوئی۔ خبر ہوتی تو لکھ لیتے۔ اتنا ہلکا، آہستہ اور دل میں پڑھا گیا کہ صرف میرے سوا اسے کوئی نہ سن سکا۔ وہ عمل میں نے اس کے پلڑے میں ڈال دیا ہے۔

حضرات گرامی! حدیث پاک سے وضاحت ہو رہی ہے کہ اللہ شہ رگ سے زیادہ نزدیک ہے تو محبوب ﷺ ہماری جان سے بھی زیادہ نزدیک ہیں۔ فرشتے جس سے بے خبر ہیں وہ درود حضور پاک ﷺ سن رہے ہیں۔ ظاہر ہوا کہ آپ ﷺ کس حد تک مومنوں کے قریب ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب پاک ﷺ کو یہ مقام بخشا ہے کہ وہ ہر مومن کے قلب میں سمائے ہوئے ہیں اور ہر مومن کی بات کو ایسے سنتے ہیں جیسے روبرو بیٹھ کر سنایا جا رہا ہو۔

اور ہم سب اس عقیدے کے ساتھ اس محفل میں حاضر ہیں کہ آقا ﷺ ہماری محفل کو اپنی نظر عنایت سے دیکھ رہے ہیں۔ ہم میں موجود ہیں اور یہی ہمارا عقیدہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ عشاق کا عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو عنایات ہم پر ہو رہی ہیں وہ یہی ہیں کہ ہمیں حضور ﷺ کے عشاق کے پاس بیٹھنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ اس سے ہمارے قلب کو لطافت میسر آتی ہے۔ ہمارے دل سے کثافتیں دور ہو جاتی ہیں۔ ہمارے دل حساس ہو جاتے ہیں، جو بھی اللہ والوں کی مجلس میں باادب بیٹھتا ہے ان کے دل حساس ہو جاتے ہیں۔ دیکھیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا! جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں تم دیکھ لو ہنسنا بند کر دو اور رونا شروع کر دو۔ ابھی آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان اقدس سے یہ لفظ نکلے تھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے زاروقطار رونا شروع کر دیا۔

حضرات گرامی! کتنا لطیف قلب تھا ان کا۔ کتنی پاکیزگی ان کے قلب کو میسر تھی کہ آقا ﷺ تو فرمارہے ہیں کہ اگر وہ حال تم دیکھ لو جو میں دیکھ رہا ہوں تو تم ہنسنا بند کر دو اور رونا شروع کر دو۔ حضور ﷺ تو فرما رہے ہیں کہ اگر دیکھ لو۔ صحابہ نے دیکھا نہیں ہے مگر رونا شروع کر دیا۔

حضور ﷺ کی زبان اقدس سے نکلی ہوئی بات نے ان کے دلوں پر کتنا اثر کیا جیسا کہ وہ دیکھ رہے ہوں۔ انہیں اس بات میں کتنی صداقت اور حقیقت نظر آئی کہ انہوں نے اسی وقت رونا شروع

Marfat.com

کردیا۔ جن کو قلب لطیف میسر آتا ہے، جن کے دل پاکیزہ ہو جاتے ہیں، وہ اللہ کی تجلیات کو اپنے قلب میں محسوس کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے لیے یہ ارشاد ہے:

وَ نَحْنُ اَقْرَبُ عَلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدُ ○

ترجمہ: ''اور ہم (اے میرے بندے) تیری شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔''

اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ارشاد ہے کہ ''میرا محبوب مومنوں کی جان سے بھی زیادہ اُن کے قریب ہے۔

حضرات گرامی! ہم اللہ کی بارگاہ میں ملتجی ہیں، آرزو رکھتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اپنے محبوب ﷺ کے صدقے ایسا قلب عطا فرمائے جس میں انوار وتجلیات کا ورود ہو اور ہم اس کو اپنے قلب میں محسوس کریں۔ جس کا یہ عقیدہ ہو گیا کہ آقا ﷺ ہمارے قریب ہیں اس کا قلب لطیف ہو گیا کیونکہ عقیدہ ہی بنیاد ہے۔ جس نے جس عقیدے کے ساتھ حضور ﷺ کو مانا ویسا ہی حضور ﷺ کو دیکھا۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں:

اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ

ترجمہ: ''آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے پس تم میں ہر کوئی دیکھے کہ وہ کس سے دوستی لگا رہا ہے۔''

مفہوم ومعنی یہ ہے کہ دوستی سوچ سمجھ کر لگاؤ کہ تمہارا حشر نشر تمہارے دوستوں کے مطابق ہوگا عمومی خیال یہ ہے کہ اس کا مطلب ہے کہ ہمیں دوستی لگاتے وقت دیکھنا چاہیے کہ نیک اشخاص سے دوستی لگائیں۔ یہ بات بھی درست ہے مگر اس میں بہت گہرائی ہے۔ آقا ﷺ اس میں بہت گہری بات فرما گئے ہیں۔ نکتے کی بات یہ ہے کہ ''اے میرے امتی! تو میرے ساتھ دوستی لگا تا کہ تیرا حشر نشر بھی میرے ساتھ ہو۔ پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ کا حشر نشر کیسا ہوگا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: بروز حشر میرا ہی قبضہ ہوگا۔ میرے سر پر تاج شفاعت ہوگا، مجھے تخت نشین کیا جائے گا۔ حشر کا مالک ہی مجھے بنا دیا جائے گا، جس کو چاہوں گا اسے بخشوا لوں گا۔ پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ کو یہ مقام کہاں سے ملا؟ فرمایا میں نے بھی تو دوستی سوچ سمجھ کر لگائی ہے۔ حضور ﷺ آپ نے دوستی کس سے لگائی ہے؟ فرمایا اگر میں دنیا میں کسی کو دوست بناتا تو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بناتا لیکن میں نے دوستی اپنے اللہ

Marfat.com

سے لگائی ہے۔اب دیکھیں سب کچھ اللہ کا ہے۔اللہ تعالیٰ خالق و مالک ہے۔اب دیکھیں! اللہ سے دوستی لگائی اسکا حشر نشر کیسا ہے؟اور پھر جس نے حضور ﷺ سے دوستی لگائی اس کا حشر نشر کیسا ہوگا؟

متفق علیہ حدیث پاک ہے۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ اور میں ایک مرتبہ مسجد سے نکل رہے تھے کہ مسجد کے دروازے پر ایک آدمی ملا اور اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! مَتی السَّاعَةُ یارسول اللہ قیامت کب آئے گی؟

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَا عَدَدْتَ لَهَا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تو نے اس کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے۔

فکان الرجل استکان ثم قال : وہ آدمی کچھ دیر خاموش رہا۔پھر اس نے عرض کیا:

مَا اَعْدَدْتُ لِهَا کَبِرخ صِیَامٍ وَّلَا صَلٰةٍ ولزا صَدَقَةٍ وَلٰکِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ﷺ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ ۔ (منہاج اسوی صفحہ 592)

''یارسول اللہ ﷺ! میں نے اس کے لیے زیادہ روزے، نماز اور صدقہ وغیرہ (اعمال) تو تیار نہیں کیے لیکن میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا تو تم اُسی کے ساتھ ہو گئے جس سے تم محبت رکھتے ہو۔''

(یعنی تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ہو گے کیونکہ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتے ہو)

ایک نکتے کی بات یہ بھی ہے کہ اس صحابی نے کیوں عرض کی کہ میرے پاس روزہ، نماز، صدقہ کچھ زیادہ نہیں؟ وہ اس لیے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ کسی کا کوئی عمل نہ اسے جنت میں لے جا سکتا ہے اور نہ اسے دوزخ سے بچا سکتا ہے مگر اللہ کی رحمت! اس پر خیال آیا کہ اللہ کی رحمت کیا ہے؟ تو قرآن بول پڑا:

وَ مَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ ○

اللہ کی رحمت حضور ﷺ ہی ہیں۔گویا آقا ﷺ کے اس ارشاد پاک میں واضح اشارہ ہے کہ جس کی سنگت میرے ساتھ ہوگی، جس کے ہاتھ میں میرا دامن ہوگا وہ جنت میں میرے ساتھ ہی ہوگا۔

ایک اور بات کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ سے محبت کس معیار کی ہو؟

حضرات گرامی! یہ محبت کی بات ہے۔اہل محبت کے ذوق کے لیے اس پر ایک واقعہ بیان کرتا

Marfat.com

ہوں۔ایک بزرگ تشریف فرماتھے کوئی شخص آیا اور کہا السلام علیکم! جواب نہ آیا، دوسری بار پھر کہا، جواب نہ آیا تیسری بار کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا تو پھر فرمایا وعلیکم السلام۔آنے والے نے پوچھا حضرت صاحب آج اکیلے ہی بیٹھے ہیں؟ فرمانے لگے میں تو اکیلا نہیں بیٹھا تھا تو نے آکر مجھے اکیلا کر دیا۔حضرات اس قسم کی محویت، استغراقیت اور قُرب چاہیے کیونکہ عاشق محبوب سے دور رہ ہی نہیں سکتا۔اس قسم کا عشق حضور ﷺ کے ساتھ چاہیے کہ جب بیٹھیں تو بیٹھے بیٹھے آقا ﷺ کی بارگاہ میں پہنچ جائیں۔حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، اے بلال حبشی! تم کونسا عمل کرتے ہو کہ شب معراج تیرے قدموں کی آواز میں وہاں سن رہا تھا۔ایسے لگ رہا تھا جیسے تُو میرے پیچھے پیچھے آرہا تھا۔

عشاق کا گزارہ ہی نہیں کہ آقا ﷺ کے پیچھے پیچھے نہ جائے۔وہ پیچھے رہ ہی نہیں سکتے۔ہر محبّ اپنے محبوب کے قدموں میں بیٹھ کر ہی سکون پاتا ہے۔اللہ تعالیٰ اُسے اُس کے محبوب کے ساتھ ہی کر دیتا ہے۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ نے فرمایا: انگوٹھی سنار کے پاس لے جاؤ اور اس پر اللہ کا اسم لکھوا کر لے آؤ۔صدیق اکبر رضی اللہ عنہ انگوٹھی لے کر سنار کے پاس جا رہے ہیں۔راستے میں جاتے جاتے خیال آیا کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنے سے جدا نہیں کیا۔جہاں اپنا نام لکھا وہاں اپنے محبوب ﷺ کا نام بھی لکھا ہے۔یہاں تک کہ اس میں ''وْ'' کا بھی فاصلہ نہیں رکھا ہے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اللہ کے نام کے ساتھ ہی نام محمد ﷺ ہے۔''وْ'' کا بھی فرق نہیں ہے۔جب اللہ نے اپنے محبوب کو اس طرح اپنے ساتھ ملا رکھا ہے تو میں کیوں نہ ایسا کروں کہ اللہ کا نام بھی نام لکھواؤں اور محبوب ﷺ کا نام بھی لکھواؤں۔لہٰذا فیصلہ کرلیا اور سنار سے کہا کہ انگوٹھی لے لو اس پر لکھ دو۔''اللہ''''محمد''۔حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ اس پر لکھوالاؤ''اللہ''۔صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں کہ اس پر دو نام لکھ دو۔''اللہ'' ''محمد''۔اب سنار نے حکم کی تعمیل کی اور نام دو لکھ دیے۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پڑھ کر خوش ہوئے کہ میں عشق میں کامیاب ہو کر جا رہا ہوں۔شاید میرا امتحان ہی نہ ہو اور اگر میں صرف ایک نام لکھواتا تو ہوسکتا تھا کہ فیل ہو جاتا۔لہٰذا میں کامیاب ہو کر جا رہا ہوں۔

دونوں نام بغور پڑھے اور انگوٹھی حضور ﷺ کی بارگاہ اقدس میں پیش کی اور عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ میں نام لکھوا لایا'' حضور ﷺ نے دیکھا تو فرمانے لگے، ہم نے آپ سے کہا تھا کہ اس پر ''اللہ''

Marfat.com

لکھوالاؤ تو آپ نے کتنا کچھ لکھوا دیا۔ انہوں نے عرض کی حضور ﷺ اور تو کچھ نہیں لکھوایا۔ میں نے آپ ﷺ کا نام مبارک ساتھ لکھوایا ہے۔ کیونکہ میرے عشق نے گوارہ ہی نہیں کیا کہ جہاں ''اللہ'' کا نام ہو وہاں ''محمد'' کا نام نہ ہو۔ ہم نے کلمے میں پڑھا ہی یہ ہے اس لیے میرے عشق کا تقاضا یہی تھا۔

حضور ﷺ نے فرمایا چلو ٹھیک ہے یہ تو آپ کے عشق کی بات ہوئی کہ آپ نے ''اللہ'' کے نام کے ساتھ میرا نام ''محمد'' بھی لکھوالیا۔ لیکن اپنا نام کیوں لکھوایا ہے؟ وہ بڑے حیران ہوئے کہ میں نے تو اپنا نام نہیں لکھوایا تھا اور نہ ہی سنار نے لکھا تھا۔ اسی وقت جبرائیل امین حاضر ہوئے۔ عرض کرنے لگے یارسول اللہ ﷺ صدیق اکبر نے یہ نہیں لکھوایا اور نہ سنار نے لکھا ہے اس نے تو دو نام ہی لکھوائے تھے تیسرا یہ نام اللہ نے اپنی قدرت سے لکھا ہے۔ اس لیے کہ جس کے عشق کا یہ تقاضا ہے کہ محبّ اور محبوب ساتھ ہونے چاہیئں۔ اللہ کی رحمت کا بھی یہی تقاضا ہے کہ صدیق بھی حضور ﷺ کا محبوب ہے۔ اس کو بھی ساتھ ہونا چاہیے۔

یہی درس ملا کہ یہ وہ عقیدہ ہے جو ہر مومن کا ہونا چاہیے کہ جہاں حضور ﷺ ہوں وہاں اللہ ہے اور جہاں اللہ ہے وہاں مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ ایسا کبھی نہ سوچنا کہ حضور ﷺ کے بغیر ہی ہم اللہ تعالیٰ سے مل لیں گے اللہ والوں کے بغیر ہی ملا جا سکتا ہے اللہ سے۔

پرسوں عید کے اگلے دن میری ایک آدمی سے کچھ بحث و تمحیص ہوئی۔ وہ کہہ رہا تھا کہ بس اللہ براہِ راست ہی ملتا ہے۔

اللہ والے کسی کو کچھ دے نہیں سکتے۔ بعد میں مَیں نے سوچا کہ یہ بندہ کیا بات کر گیا ہے؟ میں اپنے مرشد کی طرف متوجہ ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ خواب میں ملے اور فرمایا بھئی! توحید کی یہ بات جو کر گیا ہے اس کو کہنا تھا کہ توحید تین قسم کی ہے۔ ایک توحید ہے کہ اللہ کو بے صورتی میں دیکھنا۔ یہ شیطانی توحید ہے۔ شیطان نے یہی کہا تھا کہ اے اللہ تجھے مانتا ہوں تجھے مانا ہے اور تجھے مانتا رہوں گا۔ تجھے سجدہ کیا ہے تجھے کرتا ہوں اور آئندہ بھی کرتا رہوں گا۔ لیکن میں تیرے اس خلیفہ کو سجدہ نہیں کرنے والا ہوں۔ اللہ نے فرمایا ''فاخرج'' (نکل جاؤ) تم اگر اس کو سجدہ نہیں کرتے تو تمہارے پہلے تمام سجدے ضائع ہوئے اور آئندہ والے سجدوں کا دعویٰ بھی ختم ہوا۔ گویا یہ شیطانی توحید ہے کہ اللہ کو بے صورتی میں تصور کیا جائے اور توحید کی دوسری قسم اللہ کو صورت میں سمجھنا ہے۔ یہ فرعونی توحید ہے۔ فرعون، نمرود اور شداد اپنے آپ کو خدا کہلاتے تھے۔ جیسے اللہ صرف صورت میں ہے۔ رحمانی توحید کیا ہے؟ وہ ہے بے صورت کو صورت

Marfat.com

میں دیکھنا، اس بے صورتی کا صورت میں نظارہ کرنا۔ جیسے حضور ﷺ کا رخ انور اللہ تبارک وتعالیٰ کی تجلیات کی سکرین ہے۔ اللہ کی تجلیات رخ مصطفیٰ ﷺ میں نظر آتی ہے۔ اسی لیے تو جب آقا ﷺ نے غار ثور میں صدیق اکبر سے پوچھا تھا کہ اے میرے پیارے ساتھی کوئی آرزو ہے تو بتاؤ۔

انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ صدیق کی آنکھیں ہوں اور آپ ﷺ کا چہرہ پاک ہو، بس یہی چاہتا ہوں۔ اگر ہم عقل سے سوچیں تو انہیں یہ کہنا چاہیے تھا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے بھی اس کا دیدار کرادو جس کا آپ ﷺ نے شب معراج عرش پر کیا تھا۔ ایسا کیوں نہیں کہا؟ اس لیے کہ دیدار الٰہی کی متحمل تو حضور ﷺ کی ذات تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے طلب کی تھی، طور پر جلوہ آیا۔ طور جل گیا موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوئے اور ساتھ آنے والے سارے مر گئے۔ یہ جلوہ جو حقی تجلی تھا۔ جو اللہ کی ذات کو ہی دیکھنا تھا وہ صرف نبی اکرم ﷺ کی ذات کے حصے میں ہے۔ کوئی براہِ راست اللہ کو نہ دیکھ سکا اور نہ دیکھا جاسکتا ہے۔

اگر ہماری خواہش ہو کہ اللہ کی ذات کا جلوہ دیکھیں تو کسی صورت کو سامنے رکھنا ہے؟ یقیناً وہ رخ مصطفیٰ ﷺ ہے۔ میں یہ بات کہنے میں حق بجانب ہوں کہ رخ مصطفیٰ ﷺ کو دیکھتے جاؤ تو اللہ نظر آتا جائے گا۔ جونہی نظریں رخ مصطفیٰ ﷺ سے پھریں گی، اللہ غائب ہوجائے گا۔ کیونکہ رخ مصطفیٰ ﷺ وسیلہ ہے۔

''دسے صورت راہ بے صورت دا'' (پیر مہر علی شاہ صاحب)

حضرات! تڑپ اور عشق طلب کریں۔ حضور ﷺ کی محبت اور عشق کے بغیر بات نہیں بنتی۔ عشق کے بغیر ساری نمازیں، روزے، حج، زکوٰۃ سب ضائع ہوجایا کرتی ہیں۔ عشق مصطفیٰ ﷺ ہی ایک دولت ہے جس کے سبب سے تمام اعمال اللہ کی بارگاہ میں قبولیت کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ اب عشق کس طرح کا ہونا چاہیے؟ آخری بات کرکے بیان کو ختم کردوں گا، چشم دید بات ہے۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے پاس میرا آبائی گاؤں ہے۔ اس علاقے میں ایک دیوانہ رہتا تھا۔ ایک مستانہ، اپنے پیر کا دیوانہ تھا کوئی عالم دین نہیں تھا۔ نہ ہی کوئی بہت بڑا ولی اللہ یا نعت خواں تھا، بس ایک مستانہ تھا۔ جب بھی حج کا موقع آتا بڑی محبت اور عقیدت کے ساتھ وہ حاجیوں کو الوداع کہنے جاتا تھا۔ لیکن جب حاجی واپس آتے تو گھر بیٹھا رہتا۔ لوگ کہتے ہیں کہ چلو یار چلیں حاجی صاحب حج کرکے آئے ہیں، پاک دھرتی کی زیارت کرکے آئے ہیں، روضہ رسول ﷺ دیکھ کر آئے ہیں۔ یہ حدیث بھی ہے کہ آپ اس وقت اس سے کوئی دعا کروائیں قبول ہوجاتی ہے۔

Marfat.com

جب اس سے کہا جاتا کہ چلو بھائی حاجی صاحب آئے ہیں۔اس سے مل لیں۔وہ کہتا یار نہیں آپ جائیں مجھے رہنے دیں۔جب اسے کسی نے مجبور کیا، استفسار کیا کہ اس کی وجہ بیان کریں کہ آپ واپسی پر حاجی صاحب سے ملنے کیوں نہیں جاتے؟ اس نے کہا جی! اصل بات یہ ہے جو میرے عقیدے کی بات ہے کہ مجھے یہ سمجھ تو آتی ہے کہ وہاں جایا جاتا ہے لیکن یہ سمجھ نہیں آتی کہ وہاں سے واپس کیسے آیا جاتا ہے۔اس کے عشق کا سچا واقع بیان کر رہا ہوں، اس کا بھی مقدر جاگا۔کسی امیر آدمی نے کہا کہ میں تجھے حج کروانا چاہتا ہوں۔اس نے کہا جی بسم اللہ اور کیا چاہیے؟ روضہ پاک کی حاضری کے لیے تو ہر کوئی ترستا ہے۔اس آدمی نے اس کی ٹکٹ کے پیسے دے دیے۔اس وقت بحری جہاز کا سفر ہوتا تھا اور آنے جانے میں ایک ایک ماہ لگتا تھا۔جو راستے میں فوت ہو جاتا سمندر میں بہا دیا جاتا۔جو مدینہ منورہ میں فوت ہو جاتا وہاں ہی دفن کر دیا جاتا۔جب اسے پروانہ ملا حاضری کا تو بڑی خوشی سے دھمال ڈالتا ہوا، جھومتا ہوا چل پڑا۔وہ حاجی صاحبان جو اس کے گروپ میں شامل تھے وہ کہتے کہ جب ہم مکہ مکرمہ سے مناسک حج ادا کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو روضہ رسول ﷺ دیکھتے ہی اس دیوانے نے دوڑ لگا دی۔

روضہ رسول ﷺ دیکھ کر اتنا تیز بھاگا کہ ہم نے کبھی اسے اتنا تیز بھاگتے دیکھا ہی نہیں اور نہ کوئی اتنی تیز بھاگ سکتا ہے۔اس میں بجلی کی سی تیزی آ گئی تھی اور ہم پیچھے رہ گئے۔جب ہم پہنچے تو یہ جالیوں سے لپٹا ہوا تھا۔کافی وقت گزرنے کے بعد ہم آگے بڑھے کہ اب عرض کریں کہ بس کر دو۔دیکھا تو وہ اللہ کو پیارا ہو چکا تھا۔اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔

یہ ہے عشق رسول ﷺ کی بات۔ایک تڑپ ایک لگن جس کی ہم سب کو ضرورت ہے۔

تڑپ کا ایک اور واقعہ عرض کرتا ہوں۔ایک حاجی صاحب نے حج سے واپسی پر دیکھا کہ سارے لوگ ہمارا استقبال کر رہے ہیں لیکن ایک نوجوان جو ابھی 22,20 سال کا ہے وہ رو رہا ہے۔حاجی صاحب کے دل میں یہ گزری کہ شاید یہ بچہ مصیبت زدہ ہے کسی تکلیف میں مبتلا ہے۔یا یتیم اور مسکین ہے۔حاجی صاحب نے اس محفل سے نکل کر اس بچے سے پوچھا کہ بیٹا کیوں رو رہے ہو؟ اس نے عرض کی حضرت صاحب آپ مجھے کیوں پوچھ رہے ہیں؟ آپ جائیں۔آپ کو حج مبارک ہو۔حاجی صاحب بہت حیران ہوئے کہ میں تو پیار کے ساتھ اس سے پوچھ رہا ہوں کہ کوئی مسئلہ ہے تو اس کا حل نکالوں۔مگر یہ عجیب انداز سے بات کر رہا ہے۔انہوں نے پھر کہا کہ کوئی مسئلہ ہے تو بتاؤ، ہماری نمازیں، حج کس کام کے ہیں، اگر ہم کسی حاجت مند کے کام نہ آئیں۔اس نے کہا سرکار آپ جائیں اور نہ ہی آپ میرا مسئلہ حل کر سکتے ہیں۔وہ بڑے حیران ہوئے اور پاس بیٹھ گئے اور کہا جب تک تم بتاتے نہیں میں جانے والا نہیں ہوں۔

Marfat.com

حاجی صاحب کے بار بار پوچھنے پر اس نے بتایا کہ سرکار بات صرف یہ ہے کہ جب ہر سال حاجی لوگ روضہ رسول ﷺ کی زیارت کرتے ہیں۔ بڑے خوش بخت ہیں۔ میری بھی دیرینہ آرزو ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اپنے محبوب پاک ﷺ کے روضے کی زیارت کروائے۔ مگر ہر سال رہ جاتا ہوں۔

وہ روتے روتے باتیں کر رہا ہے۔ اس کے رونے میں اتنی تاثیر تھی کہ حاجی صاحب کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے اور رونے لگے اسے رونے میں بڑی لذت آئی اور کہنے لگے کہ ایک سودا کرنا چاہتا ہوں۔

اس نے کہا جی کیا سودا ہے؟ میرے پاس کوئی مالِ تجارت نہیں جو آپ مجھ سے لینا چاہتے ہیں۔

حاجی صاحب کہنے لگے سودا یہ ہے کہ میں نے ایک حج نہیں بلکہ بہت سے حج کئے ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر اور نبی پاک ﷺ کو گواہ بنا کر تمام حجوں کا ثواب تمہارے نامہ اعمال میں لکھوا دیتا ہوں، لیکن یہ رونے والی کیفیت آپ مجھے دے دیں۔

اب دیکھیں جنہیں عشق نصیب ہوتا ہے وہ رونا مانگتے ہیں۔ یہی چیز ان کے لیے سرمایہ حیات ہے، اسی میں چاشنی اور لذت ہے۔ حضرات گرامی! ہمیں بھی ایسی محافل میں بیٹھنے کا موقع ملے تو یہ بڑی قبولیت کا وقت ہوتا ہے۔ دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ لیکن دعا مانگنے کا شعور بھی ہونا چاہیے۔ ایسے نہ ہو کہ ایسی قبولیت کی گھڑی میں وہ چیز مانگ لیں جو اللہ کو ناپسند ہو۔ ہمیں وہ چیز مانگنی چاہیے جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا شامل ہو۔ ہمہ وقت حضور اقدس ﷺ کا عشق اور بارگاہ اقدس میں نذرانہ عقیدت اور درود و سلام پیش کرنے کی توفیق مانگنی چاہیے۔

جو کوئی بھی اپنا بھلا چاہتا ہے
اسے چاہیے جس کو خدا چاہتا ہے
درود اُن پہ بھیجو سلام ان پہ بھیجو
خدا کی قسم یہ خدا چاہتا ہے

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں محبت رسول ﷺ کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ یاد رہے یہ دولت صرف اور صرف اہل محبت کی صحبت کے ثمرات میں سے ہے۔ اب آخر میں درود و سلام کے چند اشعار ہوں گے اور تبرک تقسیم ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اجمعین۔

Marfat.com

حقیقت دین

بزمِ شاہِ نقشبند سیکٹر بوریوالہ کے زیرِ اہتمام

محفل ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں شرکاء سے خطاب

Marfat.com

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِO بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ Oیاایها المزمل O صدق الله العظیم

درودوسلام پیش کریں۔

الصلٰوۃ والسلام علیك یارسول اللّٰه الصلٰوۃ والسلام علیك یا حبیب الله

معزز سامعین!

میرے دینی بھائیو اور بیٹو! نہایت محبت و پیار کے ساتھ نعت رسول مقبول ﷺ پیش کی گئیں اور سنی گئیں بڑا پر کیف سماں بندھا۔

حضرات گرامی!

نعت کو حضور ﷺ پاک نے بہت پسند فرمایا۔ بلکہ نعت آقا ﷺ کی دعا کے نتیجے میں لکھی اور پڑھی گئی۔ آقا ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا یہ کافر میری شان میں گستاخانہ اشعار لکھتے ہیں تم میں کوئی ہے جو اُنکا جواب اشعار کی شکل میں دے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فوراً ہاتھ کھڑا کر دیا۔ عاجزی سے عرض کی یارسول اللہ ﷺ مجھے پسند فرمائیں۔ کھڑا تو کوئی بھی ہوسکتا تھا۔ لیکن جو کھڑا ہو گیا اس پر مہر لگ گئی۔

اور حضور ﷺ نے دعا فرمائی:

اللهم ایده بروح القدس اے اللہ! جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے اس کی مدد فرما۔

Marfat.com

اب کوئی کہہ سکتا ہے کہ جبریل علیہ السلام حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ذہن میں کچھ نہیں ڈالتے ہوں گے۔ یہاں ایک نکتہ! یہ کہا جاتا ہے ناں کہ جبریل علیہ السلام کی ڈیوٹی ختم ہوگئی ہے۔ وہ تو بس نبیوں پر وحی لے کر آتے تھے۔ اور حضور ﷺ کے ظاہری طور پر اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد اب جبریل علیہ السلام کی ڈیوٹی ختم ہوگئی ہے۔ کہ وہ فارغ کیا کر رہے ہیں؟ سنیے جواب: اگر حضور ﷺ نے اس وقت نعت خواں پسند کیے ہیں تو اب بھی کیے ہوئے ہیں اور اب بھی جبریل علیہ السلام کے ذریعے نعت خواں کی مدد ہو رہی ہے۔

نعت لکھنے والوں کے دماغ میں جو کچھ آتا ہے جبریل علیہ السلام ہی ڈالتا ہے لہٰذا اس کی یہ ڈیوٹی تو برقرار ہے۔ کیونکہ اب نبی تو کوئی نہیں ہے وحی کا سلسلہ تو بند ہو چکا ہے۔ جس طرح انبیاء علیہم السلام پر آتی تھی مگر القا تو ہے ذہنوں پر۔

اس لیے نعت کے پروگراموں کی بہت اہمیت ہے۔ یہ حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور اولیاء اللہ کا پسندیدہ عمل ہے۔ کیونکہ اس میں کیفیت پائی جاتی ہے۔ لیکن ایک چیز نوٹ کریں کہ کیفیت ہی سب کچھ نہیں ہوتی یہ انسان کو بعض اوقات نقصان پہنچاتی ہے۔ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ میں تو بڑے سرور میں ہوں۔ بڑے ذوق میں ہوں۔ مجھے بڑا مزا آ رہا ہے۔ بڑا کیف آ رہا ہے۔

ٹھیک ہے لیکن اگر تیرے اس کیفیت کو اللہ رسول ناپسند فرمائیں گے تو پھر ایک بندہ اپنے وجد میں بیٹھا ہے اسے علم ہی نہیں کہ اس سے بڑھ کر بھی کوئی نیک کام ہے۔ علامہ اقبال نے کہا تھا:

ناداں گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا

جب قیام کا وقت آئے یعنی باطل کے سامنے کھڑے ہونے کا، ڈٹنے کا وقت آئے۔ اور کوئی مسلمان اس وقت نوافل ادا کرنے میں مصروف ہو جس طرح ہم ہر کام ثواب کے نظریے سے کرتے ہیں لیکن ایسے بھی مواقع آتے ہیں کہ ثواب کو چھوڑ کر انقلاب کی طرف جانا ہوتا ہے۔ پھر ثوابی نہیں انقلابی بننا ہوتا ہے۔

پھر ثواب کا نظریہ نہیں ہوتا اور نہ ہی مستی کا نظریہ ہوتا ہے بلکہ جو چیز مست کرے وہ اسلام میں حرام ہے اور ایسی مستی جو اُسے فرائض سے غافل کر دے فائدے کی بجائے نقصان ہے۔ کیونکہ کتنے

Marfat.com

اعمال ایسے ہیں جو اس مستی والے ماحول سے کئی درجے اعلیٰ ہوں گے۔

اسی لیے علامہ اقبال نے کہا:

صوفی کی طریقت میں فقط مستی احوال
ملاں کی شریعت میں فقط مستی گفتار
آتا نہیں مجھ کو وہ مرد قلندر
ہو جس کے رگ و پے میں فقط مستی کردار

پھر فرمایا:

تجھے کتاب سے حاصل نہیں فراغ کہ تُو
کتاب خواہ ہے مگر صاحبِ کتاب نہیں
خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

یعنی مستی کو جذب کرنا ہے نہ کہ مستی میں جذب ہو جانا ہے۔ جس قدر کوئی مستی کو اپنے اندر جذب کرتا جاتا ہے وہ سالک ہوتا جاتا ہے اور جو کیفیت میں جذب ہو جاتا ہے وہ مجذوب کہلاتا ہے۔ مجذوب کی نسبت سالک کا مقام بہت بلند ہے۔

میں نعوذ باللہ مجذوب کی شان میں کمی نہیں کر رہا ہوں۔ مجذوب تو تجلیات الٰہی میں جذب ہو گیا۔ خود ہی نہ رہا لیکن ایک وہ بھی تو ہستی ہے جو اللہ تعالیٰ کے روبرو زیارت فرما رہی ہے۔

مگر ھل من مزید اے اللہ اور زیادہ کر دے۔ زبان پر جاری ہے۔

اس سے بڑی اور کون سی بات تھی کہ محبّ نے اپنے محبوب کو بلا کر اپنا دیدار عطا فرمایا۔ لیکن حضور ﷺ پھر فرما رہے ہیں۔ ھل من مزید اے اللہ اور زیادہ کر دے۔

اب سوچیں کیا اس وقت حضور ﷺ اللہ بن گئے تھے (نعوذ باللہ) یا اللہ میں جذب ہو گئے تھے؟

اگر جذب ہو جاتے تو امت کا خیال بھول جاتا۔ امت کے لیے ہی تو وہ اس دنیا میں واپس تشریف لائے تھے۔ ورنہ وہاں جا کر واپس آنے کو دل کب چاہتا ہے۔

Marfat.com

دیکھیں! ایک دن حضرت ادریس علیہ السلام حضرت عزرائیل علیہ السلام کو کہنے لگے۔ یار بتا کہ موت کیا چیز ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا آئے گی کسی وقت تو مزہ چکھ لینا۔ فرمانے لگے نہیں یار بتاؤ تو صحیح کیسی ہوتی ہے؟ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے بتایا ایسے ہوتی ہے۔

پھر فرمایا دوزخ کیسی ہے؟ ذرا دکھادو۔ انہیں دوزخ دکھادی گئی۔ پھر فرمایا یار جنت دکھاؤ کیسی ہے؟ وہ انہیں جنت میں لے گئے۔ سب کچھ دکھانے کے بعد عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ آؤ سرکار اب واپس چلیں۔ وہ فرمانے لگے یار ایسی جنت چھوڑ کے جانے کو اب دل نہیں کرتا ہے اب میرا جواب ہے اور فرمایا۔

کہ کلیہ یہی ہے کہ ہر ایک پر موت آنی ہے۔ وہ مجھ پر بھی آ گئی۔ اب میں نے موت کا مزا چکھ لیا ہے اور اللہ کا حکم ہے کہ میں ایک بار ماروں گا دوبارہ نہیں ماروں گا اور پھر ہر ایک نے دوزخ پر سے گزرنا ہے، میں گزر گیا اور فرمایا: جب جنت میں بھیجوں گا تو جنت سے باہر نہیں نکالوں گا۔ اب آپ مجھے واپس کیسے لے جا سکتے ہیں۔

عزرائیل علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی۔ یا اللہ ایسے ایسے ہوا ہے۔ فرمایا اب جو ہو گیا سو ہو گیا۔ اب بس کرو جب جنت میں آ گئے ہیں تو واپس کیسے جائیں۔

دیکھیں! جب جنت میں جانے والا بندہ واپس نہیں آتا۔ تو بتائیں جو جنت کے خالق کا نظارہ کرے اور پھر کہے اے اللہ مجھے اپنی امت میں واپس بھیج دے مجھے امت یاد آ رہی ہے۔ بتائیں کہ کیا ہمارے نبی ﷺ کا معراج پر جانا کمال ہے یا واپس آنا کمال ہے؟

ایک اور نکتہ! گئے تو وہ ہے ہی نہیں بلکہ اللہ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کو لے گیا، اور واپسی کا اللہ نے فرمایا نہیں مگر حضور ﷺ نے کہا یا اللہ مجھے امت یاد آ رہی ہے، واپس جانا چاہتا ہوں۔

حضرات!

قرآن مجید میں بھی آقا ﷺ کے عرش پر جانے کا ذکر کم ہے واپس آنے کا ہی زیادہ ہے۔ جانے کا تو اتنا ہی ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی۔

Marfat.com

واپس آنے کا سورہ نجم میں ذکر ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی○ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی○ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی○

سارا تو ذکر یہ ہے کہ میرا محبوب آپ کی طرف آیا اور دیکھو کیا لے کر آیا ہے۔ کہتے ہیں ناں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ اے میرے محبوب میرے لیے کیا تحفہ لائے ہو؟ فرمایا عاجزی اور انکساری لے کر آیا ہوں باقی تو تیرے پاس سب کچھ ہے بس یہی نہیں ہے۔

اللہ نے فرمایا: السلام عليك ايها النبی ورحمة الله وبركاته

اے نبی تجھ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں ہوں اور اس کی برکتیں ہوں۔

یہاں سوال ہے کیا حضور ﷺ نے وعلیکم السلام کہا؟ ہم ایک دوسرے کو السلام علیکم کہتے ہیں تو اُس کا جواب وعلیکم السلام بنتا ہے مگر جب اللہ نے حضور ﷺ کو فرمایا: السلام عليك ايها النبی تو حضور ﷺ کو کہنا چاہیے تھا وعلیکم السلام، مگر نہیں کہا اس لیے کہ یہ بنتا ہی نہیں۔

کیونکہ اللہ کو وعلیکم السلام کہنا کہ اللہ تجھ پر بھی رحمت ہو حالانکہ رحمتیں تو ساری ادھر سے ہی ہیں کیا اللہ سلامتی کا محتاج ہے؟ نہیں ہے ناں! اسی لیے حضور ﷺ نے جواب نہیں دیا۔ بلکہ اللہ کا سلام اور اللہ کی رحمتیں اللہ کی برکتیں سمیٹیں اور فرمایا۔ اے اللہ جو تو نے مجھے دیا میں نے لیا اور پھر آگے صالحین کو دے دیا۔

السلام علينا وعلى عباده الله الصالحين

مفہوم یہ ہے کہ اے اللہ! اگر آپ سخی ہو تو پھر میں بھی سخی ہوں۔ آپ دینے میں سخی ہو تو میں تقسیم کرنے میں سخی ہوں۔ پھر بتاؤ کہ اب کسی چیز کی کمی ہے؟ جو لوگ کہتے ہیں کہ آج کل کامل نہیں حالانکہ حضور ﷺ نے تو صالحین کو وہ سب کچھ عطا کر دیا جو اپنے رب تعالیٰ سے وصول کیا تھا۔ بات صرف یہ ہے کہ تیری طلب میں ہی صداقت نہیں۔

کسی نے کیا خوب کہا:

طلب صادق نہ ہو تیری تو کیا گلہ شکوۂ ساقی

اگر طلب سچی نہیں تو ساقی کا کیا گلہ کرتے ہو کہ مجھے ملی نہیں۔ ہاں یہ بات کرو کہ آپ ڈر رہے ہیں۔ کیونکہ

دے نقد جاں کہ بادۂ جام ابھی ملے
ساقی کو کیا پڑی ہے کہ یہ مئے ادھار دے

Marfat.com

انہوں نے فرمایا کہ لینی ہے تو آ جاؤ کربلا لگی ہوئی ہے، بھر بھر کے جام پلائے جا رہے ہیں۔

حقیقت یہی ہے کہ کربلا سے گزرتے ہوئے ڈر لگنے لگا تھا۔ مگر وہ 72 جو امام پاک کی نگاہ کا شکار تھے وہ ہرگز نہیں ڈرے۔ انہوں نے کہا کہ آج ہی تو ہمیں لطف آئیگا۔ وہ لطف آئے گا جو جنت میں بھی نہیں ہے۔

شہداء کو اللہ کی ذات نے پوچھنا ہے ناں! کہ بتاؤ تمہاری خواہش کیا ہے؟ وہ کہیں گے اے اللہ اگر پوچھا ہے تو مہربانی فرما کر پوری بھی کر دے۔ فرمایا جائے گا بتاؤ۔ وہ کہے گا کہ جس جنت میں کھڑا ہوں۔ یہاں تو مجھے وہ لطف نہیں مل رہا۔ فرمایا تم چاہتے کیا ہو؟ کہے گا تیری راہ میں ذبح ہونے میں جو مزا آیا تھا وہ تو ادھر نہیں ہے۔

لہٰذا مہربانی فرماؤ مجھے دوبارہ زندہ کرو، وہی میدان کربلا لگے، وہی میدان بدر و اُحد لگے۔ اور میں ویسے ہی تیری بارگاہ میں ذبح ہو جاؤں۔ جو لذت اس وقت آئی تھی اب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا فرشتو! گواہ ہو جاؤ اس وقت بھی میں نے اسے اپنا دیدار دیا تھا۔ اب بھی میں اسے اپنا دیدار دینے لگا ہوں کیونکہ یہ میرے دیدار ہی کا طالب ہے۔

یہ خالق کا طالب ہے یہ جنت کا طالب نہیں ہے۔ یہ نہ دنیا کا طالب تھا نہ اور عقبیٰ کا طالب ہے، یہ فقط میرا طالب ہے، مجھے چاہنے والا ہے۔

اَلدُّنْیَا حَرَامٌ عَلَی الْاٰخِرَۃِ وَالْاٰخِرَۃُ حَرَامٌ عَلَی اَھْلِ الدُّنْیَا وَھُمَا حَرَمَانِ عَلٰی اَھْلُ اللّٰہِ

''اہل آخرت پر دنیا حرام ہے اور دنیا داروں پر آخرت حرام ہے اور اللہ والوں پر یہ دونوں حرام ہیں۔''

وھما حراماں علی اھل اللہ

''اہل اللہ پر دونوں ہی حرام ہیں۔''

یعنی جو جنت سے محبت کرنے والا ہے۔ وہ دنیا کو دل میں جگہ نہیں دیتا اور جو دنیا سے محبت کرتا ہے اسے آخرت بھولی ہوتی ہے۔ لیکن جو اللہ والے ہیں انہیں نہ اس دنیا سے لگاؤ ہے نہ آخرت سے۔ ان کو بس اس مالک سے ہی ہے۔ جو خالق ہے۔ جس کی دنیا بھی ہے اور جس کی آخرت بھی ہے۔

تجھ سے تجھی کو مانگ کر مانگ لی ساری کائنات
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ اب اس دعا کے بعد

Marfat.com

بس ایک ہی مانگنے والی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے۔ کہ تم میرے پاس وہ ایک نیکی لے کر آؤ باقی سب پر میں پردہ ڈال دوں گا۔ غفلتیں، سستیاں، کوتاہیاں میں معاف کر دوں گا۔ لیکن ایک نیکی ضرور لے کر آنا وہ عشق و محبت کی نیکی ہے۔

دیکھو اب ایک اور بات کرتے ہیں۔

مکہ شریف ایک نماز پڑھنے کا ثواب ایک لاکھ کے برابر اور مدینہ شریف نماز پڑھنے کا ثواب پچاس ہزار کے برابر۔ یہ تو ہوا ثواب لیکن روضہ رسول ﷺ کی تو ایک اپنی ہی اہمیت ہے۔ دیکھیں لوگ موازنہ کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ زیادہ دیر رہنا ہے یا مدینہ شریف میں زیادہ دیر رہنا ہے۔

جاہل ہیں یہ لوگ جو موازنہ کر رہے ہیں۔ یہ دونوں مسجدوں کا موازنہ کرتے ہیں۔ روضہ رسول ﷺ کی بات اندر لاتے ہی نہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

مَن زار قبری فوجبت له شفاعتی

''جس نے میری قبر کی زیارت کی اس پر میری شفاعت واجب ہوگئی۔''

اب بتائیں کہ کیا ہم مدینہ شریف نمازیں پڑھنے جاتے ہیں یا روضہ رسول ﷺ پر حاضری کے لیے جاتے ہیں؟ نمازوں کی بات ہے تو پھر نہ جاؤ، پھر مکہ شریف میں ہی پڑھو اور اگر روضہ رسول ﷺ کی خواہش ہے تو پھر جاؤ۔ بھول جاؤ ان نمازوں کو اور یہ بھی دیکھو کہ نمازیں ہمیں آتی کب ہیں؟ ہمیں تو نماز کا پتہ ہی نہیں نماز کہتے کس کو ہیں۔

حقیقت صلوٰۃ ہے کیا! اس کی تو کسی کو خبر تک ہی نہیں ہے۔ حقیقت صلوٰۃ، حقیقت قرآن، حقیقت کعبہ کیا ہے؟ سنیئے:

حضور ﷺ نے فرمایا: ''اے بلال کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان پڑھو۔ اُن کے ذہن میں خیال آیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کعبہ پر چڑھ کر اذان! اُن کے ذہن میں آیا کعبے پر تو نہیں چڑھنا چاہیے تھا، لیکن کیونکہ حکم تھا۔ چڑھ گئے اور جن کے نزدیک کعبے کی بہت عظمت تھی وہ بھی کانپ گئے کہ حضور ﷺ نے کعبے پر چڑھا دیا۔ جن کو پتہ تھا کہ ٹھیک چڑھا۔ لیکن جن کے ذہن میں تھا کہ کعبہ ہی سب سے اوپر ہے۔ ان کے اطوار گھوم گئے۔ بلال حبشی رضی اللہ عنہ اوپر چڑھ گئے مگر اذان میں توقف کیا۔

Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا: آپ کو اذان پڑھنے کا کہا ہے۔ پڑھتے کیوں نہیں؟

عرض کی حضور ﷺ ایک بات سوچ رہا ہوں کہ پہلے تو میں منہ کعبے کی طرف کرتا تھا۔ اب تو کعبے کے اوپر چڑھا دیا گیا ہوں سوچ رہا ہوں کہ منہ کس طرف کروں۔ فرمایا یہی تو حقیقت کھولنا ہے کہ آج منہ ہماری طرف کرو۔ ان ساروں کو بتا دو۔ کعبے کا کعبہ کون ہے۔

حقیقت نماز بھی ہے، حقیقت قرآن بھی ہے، یہ باقاعدہ اسباق ہیں، ان میں باقاعدہ کشف ہے۔ مشاہدے ہیں۔ حضور ﷺ کی توجہ کا فیض ختم نہیں ہوگیا۔ حضور ﷺ نے اللہ سے سب کچھ لے کر آگے دے دیا ہے۔ صالحین کو، تو کیا۔ صالحین ختم ہو گئے ہیں؟۔ صالحین میں قیام تک کہ صالحین کا ذکر ہے۔

ایک بندے نے مجھ سے سوال کیا۔ آپ نے الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہاں سے لیا ہے؟ میں نے اس سے پوچھا آپ نے کلمہ کہاں سے لیا ہے؟ میں نے پوچھا کیا یہ قرآن میں ہے؟

ہے ناں یہ معاملہ! کہ یارسول قرآن میں دکھاؤ، یارسول اللہ مدد، یا علی مدد، یا غوث مدد، یا مرشد مدد، کہاں سے آ گیا؟ میں نے کہا میں ابھی آپ کو قرآن میں دکھاتا ہوں۔ میں نے کہا پہلے مجھے کلمہ قرآن میں دکھا دو۔ ایک نے کہا حضور ﷺ پڑھاتے تھے۔ حدیث پاک میں ہے۔ میں نے کہا یارسول اللہ صحابہ کہتے تھے۔ یہ بھی حدیث میں ہے۔

دوسرے نے کہا قرآن میں کلمہ ہے مختلف آیات کو جوڑیں۔ ''اللہ لا الہ الا ھو'' یہ بھی ہے قرآن میں اور محمد الرسول اللہ یہ بھی قرآن میں ہے ان کو ملایا تو کلمہ بن گیا۔ میں نے کہا تو اس طرح میں بھی آیات جوڑ کر یارسول اللہ دکھا دیتا ہوں۔ قرآن میں ہے:

(یاایھا المدثر، یا ایھا المزمل) ادھر سے لے لیا ''یا'' اور جو کلمے میں ہم نے ''محمد الرسول اللہ'' قرآن سے لیا ہے۔ جیسے یہ آیت پاک ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ وَرُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ۔ اس آیت میں ''رسول اللہ'' ہے۔

کہنے لگا یا علی مدد کہاں سے لیا ہے میں نے کہا آپ کو پتا ہے ''علی'' اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے۔ آیت الکرسی ھُو العلی العظیم۔ وہاں سے ہی حضور ﷺ نے حضرت علی پاک نام رکھا تھا۔ یہ

Marfat.com

اللہ کا صفاتی نام ہے۔ یاستار، یاغفار کو پکار سکتے ہیں تو یاعلی کیوں نہیں پکار سکتے۔ اگر کوئی کہے کہ نہیں یہ تو چلتا پھرتا ایک انسان ہے۔ اے جاہل یہ چلتے پھرتے انسان کی بھی تجھے پہچان نہیں یہ بھی سر سے لے کر پاؤں تک سارے کا سارا اللہ کی صفت ہے۔ آپ نے اللہ کو اس کی صفات سے پکارنا ہے تو اسکو بھی پکار لو۔ آپ یاغوث مدد کہو یاعلی مدد کہو آپ کو کس نے کہا کہ شرک ہو گیا۔ یہی تو ساری توحید ہے۔ عین توحید ہی یہ ہے کہ اللہ کے جلوؤں کو ظاہر میں دیکھنا۔

دسے صورت راہ بے صورت دا
توبہ راہ اے عین حقیقت دا
پر کم نہیں بے سوجت دا
کوئی ورلیاں موتی لے تریاں

سرکار مہر علی شاہ صاحب نے مسئلہ حل کر دیا۔ کسی کسی کو یہ موتی ملتے ہیں۔ یہ موتی کہاں سے ملتے ہیں؟ جب مرشد کی رحمت جوش میں آتی ہے جیسے دریا جوش میں آتا ہے اور گوہر بھی باہر پھینکتا ہے سیپ بھی پھینکتا ہے اسی طرح یہ سب کچھ اللہ والوں سے ملتا ہے۔ خوش بخت وہ لوگ ہوتے ہیں جو چُن لیتے ہیں۔ پھر اپنے دل میں نگینہ کی طرح جڑ لیتے ہیں۔ پھر اسے حقیقت قرآن سمجھ میں آتی ہے۔

کیونکہ قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب انور پہ اُترا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے قلب پر اترے ہیں۔ یہ ہے قرآن اور جن کے قلب پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اترے انہیں قرآن یاد ہو گیا۔ ایک نظر میں ہی سارا قرآن یاد ہو گیا۔

حضرت علی پاک فرماتے ہیں۔ سارے قرآن کی حقیقت سورۂ فاتحہ کے اندر ہے۔ سورہ فاتحہ کا سارا نور، تجلیات و فیوض و برکات بسم اللہ شریف میں ہے۔ بسم اللہ کا پورا فیضان بسم اللہ کی ''ب'' میں ہے اور ''ب'' کا سارا فیضان ''ب'' کے نکتے میں ہے۔

اور فرمایا: ''اَنَا نکتۃُ باءِ بسم اللّٰہ'' وہ بسم اللہ کی ''ب'' کا نکتہ میں ہوں۔

اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ دروازہ تو انہوں نے خود ہی فرما دیا۔ کہ وہ نکتہ میں ہوں۔ اگر میرے علاوہ ڈھونڈ سکتے ہو تو ڈھونڈ لو۔ اب یاعلی کہو گے تو

Marfat.com

قران کھلے گا۔ یہ ہے حقیقت قرآن اور یہ جو ہم کہتے ہیں یا علی مدد، یا غوث مدد، یہ اللہ کی صفات کو پکارتے ہیں۔

جس طرح یا ستار، یا غفار کہتے ہیں۔ اگر یا ستار یا غفار کہنا جائز ہے تو پھر یا رسول اللہ بھی کہنا جائز ہے۔ اللہ کی تجلیات کا کامل مظہر ہی حضور ﷺ کی ذات ہے۔ اللہ کو آج تک کسی نے دیکھا نہ پہچانا ہے نہ جانا ہے۔ کیونکہ اللہ کو جاننا پہچاننا تو بنتا ہی نہیں ہے۔ آپ کس طرح اللہ کو جانو گے۔ ہم نے اسے جاننا یا پہچاننا ہے ہی نہیں بلکہ ماننا ہے۔ یہی حکم ہے کہ اللہ کو مانو۔ اس پر ایمان لاؤ۔ اگر اس کو پہچاننا ہے تو آپ کے سامنے جو وجود ہے اسے پہچانو۔

اولیاء اللہ لکھتے ہیں کہ معرفت اللہ کی نہیں ہے۔ اللہ کی معرفت آپ کیسے کرلو گے، نہ اس کو دیکھا نہ سمجھا صرف ایک ہی ذات ہے جس کے لیے اللہ ہے اور وہ ذات اللہ کے لیے ہے۔ وہ اُس کا محبوب ہو سکتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں دنیا میں کسی کو دوست بناتا تو صدیق اکبر کو بناتا لیکن میں نے اب دوستی اپنے اللہ سے لگالی ہے۔ دوستی تو اللہ کی اور نبی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے محبوب ﷺ کا ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ○

ترجمہ: ''اے محبوب مجھے آپ کے رب کی قسم! یہ اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے فیصلوں میں آپ کو حاکم نہیں بناتے''

کسی نے عالم تصورات میں پوچھا اے اللہ آپ صرف حضور ﷺ کے ہی رب ہیں۔ باقیوں کے نہیں؟ فرمایا باقیوں کا پھر ہوں اگر وہ میرے محبوب کے ہو جائیں گے ورنہ میں نے اسے اپنے لیے بنایا اور میں خود اس کے لیے ہوں۔

جب حضور پاک ﷺ نے تبلیغ کا آغاز کیا تو لوگ آپ ﷺ کو پتھر مارتے تھے۔ اثر قبول نہیں کرتے تھے۔

ایک دفعہ حضور ﷺ کے چہرے پر ذرہ افسردگی آئی کہ میں اتنی محنت و مشقت کرتا ہوں لیکن ان پر کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔ اللہ کی ذات نے اسی وقت فرمایا: ''اے محبوب کوئی ضرورت نہیں ایسا سوچنے کی آپ کا اپنے ذہن پر بوجھ لانا میرے اوپر آتا ہے۔''

Marfat.com

آپ یہ نہ سوچیں کہ یہ مجھے مانتے نہیں۔ آپ ہیں مجھے ماننے والے اور یہ بھی نہ سوچیں کہ یہ آپ کو مانتے نہیں میں ہوں آپ ﷺ کو ماننے والا۔ بس آپ مجھے مانتے جاؤ میں آپ کو مانتا جاتا ہوں۔

ایک سوال: اللہ آپ ﷺ پر درود پڑھتا ہے یا سلام بھی؟

کچھ کہتے ہیں کہ اللہ صرف درود پڑھتا ہے۔ نہیں اللہ سلام بھی پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہی شب معراج فرمایا ہے:

السلام علیك ایھا النبی

کچھ کہتے ہیں ہم درود پڑھیں گے سلام نہیں۔

حضرات! اگر کوئی نہ سلام پڑھے پھر کیا ہوگا؟ اس سے رسول ﷺ کا کیا نقصان ہے؟ سب کچھ تو ہم اپنی ذات کے لیے کر رہے ہیں۔

حضرات گرامی! سمجھ لیں کہ حقیقت دین کیا ہے؟ حقیقت دین تو اللہ والوں کا وجود ہے۔ ایک مرد کامل کا وجود ہے۔ اس کو آپ نبی ﷺ کہہ لو، علی کہہ لو، داتا علی ہجویری کہہ لو، معین الدین چشتی اجمیری کہہ لو۔ غوث پاک کہہ لو۔

پیر کامل صورت ظل اللہ
یعنی دید پیر دید کبریا

دیکھیں! ہماری تو ضرور ہی یہ ہستیاں ہیں، ان کو دیکھتے ہیں تو اللہ یاد آتا ہے۔ جب کسی کو بھوک لگی ہو تو اندر روٹی روٹی پکارتا ہے۔ جب روح بھوکی ہو تو وہ نبی نبی پکارتی ہے۔ جس کی نہیں پکارتی اس کی روح بیمار ہے۔ اس لیے جس کو بھوک نہیں لگتی وہ کسی حکیم سے علاج کروائے۔

سب کچھ بیمار کے پاس پڑا ہوا ہے لیکن کھاتا نہیں بلکہ کہتا ہے دور لے جاؤ اسے میرے پاس سے، کیونکہ بیمار ہے ناں، اگر صحت مند ہوتا تو کہتا ادھر لاؤ۔ جب نبی نبی کہنے کی باری آئے تو کوئی کہے آپ کر لو میں نہیں کرتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ روح بیمار ہے۔ روح کو کینسر بھی ہے، ہیپاٹائٹس بھی ہے اسے ساری بیماریاں ہیں۔ جس کو نبی نبی نہیں پسند روحانی طور پر بیمار ہے۔

کیونکہ حقیقتِ دیں اصل میں وجود مرد مومن ہے۔ باقی اس وجود کی تفسیریں ہیں۔ اس وجود

Marfat.com

کی تعریف پڑھنی ہے تو قرآن کھولو گے۔ حضورﷺ کی تعریف پڑھنی ہے تو قرآن کھولو گے کیونکہ حضورﷺ کی ذات کے اوپر قرآن نازل ہوا ہے۔ حضورﷺ نے کوئی کتاب نہیں لکھی۔ حضورﷺ کے اوپر کتاب لکھی گئی۔ حضورﷺ کی ذات کو دیکھ کر کتاب لکھی گئی ہے اور کتاب لکھنے والا خود ذاتِ کبریا ہے۔

کوئی اور لکھ نہیں سکتا تھا۔ حضورﷺ کی شان میں۔ اس لیے اللہ کی ذات نے خود لکھا۔

یہی تو وجود ہے جسے کچھ لوگ کہتے ہیں بس ٹھیک ہے جی انہوں نے تو پیغام پہنچا دیا ہے۔

حضرات توحید کی تو حقیقت ہی محمدﷺ ہے۔

میرے پاس ایک عالم دین آئے۔ میں نے اس سے پوچھا آپ کو بسم اللہ شریف آتی ہے؟ کہنے لگا آتی ہے میں نے کہا سناؤ۔ اس نے سنائی۔ میں نے کہا ترجمہ کرو۔ اس نے کر دیا۔ تو میں نے کہا کہ اب اس کا معنیٰ سمجھاؤ، اس نے کہا معنیٰ سے مراد کیا ہے؟

معنیٰ تو یہی ہے۔ ترجمہ ہی اس کا معنیٰ ہے۔ میں نے اسے کہا میں سیدھا آپ سے سوال پوچھتا ہوں کہ اللہ کا نام بتا دو۔ وہ کہنے لگا اللہ کا نام اللہ ہی ہے اور کیا ہے۔ میں نے اسے کہا اللہ بھی تو کسی کا نام ہے۔ محمدﷺ بھی کسی کا نام ہے۔ کسی ذات کا۔ یہ کاغذ پر لکھا ہوا 'م ح م د' یہ محمدﷺ ہے؟ یا ''ا ل ل ح'' ''اللہ'' یہ اللہ ہے؟ یہ تو میرے ہاتھ کی لکھائی ہے۔ میرے ہاتھ کی سیاہی، میرے ہاتھ کی قلم، کاغذ میرے ہاتھ کا، میں نے لکھ دیا۔ اللہ نے تو خود بھی اپنا نام لکھا ہوگا۔ وہی ہے جسے سب کے سامنے کر دیا۔

یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری
دیکھنے والے کہا کرتے ہیں اللہ اللہ

دیکھنے والے کیا کہتے ہیں، اللہ اللہ۔ جن کو دیکھنا نصیب ہے۔

حضورﷺ نے فرمایا:

مَنْ رَّاٰنِیْ فَقَدْ رَاَالْحَقَّ

ترجمہ: جس نے مجھے دیکھا تحقیق اس نے حق تعالیٰ کو دیکھا۔

پھر فرمایا: خیار کم الذین اذا راؤ ذکر اللہ

ترجمہ: تم میں وہ لوگ بہترین ہیں جن کو دیکھو تو خدا یاد آتا ہے۔

Marfat.com

یہاں بندے پتہ کیا مراد لے جاتے ہیں۔ کہ جب اللہ والوں کے پاس بیٹھیں تو اللہ کی طرف دھیان جاتا ہے۔اس کا یہ معنی نہیں ہے۔

یہ عمومی طور پر ٹھیک ہے کہ جب اللہ والوں کے پاس بیٹھیں تو اللہ کی طرف دھیان جاتا ہے۔ اصل اسکا معی یہ نہیں ہے۔ یہ بچوں والا معنی ہے۔ایک مبتدی کیلئے یہ معنی ہوتا ہے۔ ہر بندہ تو منتہی نہیں ہے۔کوئی کوئی ہے، جو کوئی کوئی ہے اُن کے ساتھ لگنے والا بھی کوئی کوئی ہے۔ان کے ساتھ لگنے سے ہی اصل مقصد حاصل ہوتا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ بڑی دیر پہلے آئسکریم کھائی تھی۔ مدت بعد آج ملی، مزہ آ گیا، وہی یاد آ گئی۔

یہ ہے کہ

''یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری''

میں کوئی لفظ اپنے پاس سے نہیں کہہ رہا وہ الگ بات ہے کہ حوالے نہیں دے رہا۔

ہاں! وجود کو پہچانا جائے گا تو پتہ چلے گا۔ جب تک پہچانا نہیں تھا لوگوں نے پتھر مارے تھے لہولہان کر دیا، زخمی کر دیا، حضور ﷺ لہولہان ہو گئے اور جوتا اتارنا مشکل ہو گیا۔ جب پہچان ہوئی تو پھر وضو کا پانی زمین پر نہیں گرنے دے رہے، بلکہ ایک دوسرے کو کہہ رہے ہیں یار آپ نے کل لیا تھا۔آج مجھے لینے دو۔اگر حضور ﷺ نے اتفاقاً لعاب مبارک زمین پر پھینک دیا تو بھاگ کر اٹھا لیا۔ یہ زمین پر نہیں گر سکتا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاتھ کس لیے ہیں۔ وہ کافر مسعود ثقفی جو کفار مکہ کی طرف سے صلح حدیبیہ کے موقع پر سفیر بن کر آیا تھا ادھر 1500 صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔15 دن مذاکرات جاری رہے تھے۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مکہ شریف کافروں کو سمجھانے کے لیے گئے ہوئے تھے کہ تم لڑائی پر آمادہ ہو گئے ہو ہم تو عمرے کی نیت سے آ رہے ہیں۔ادھر منافقوں نے افواہ اڑا دی کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔تو پھر وہاں حضور ﷺ نے بیعت لی تھی جسے بیعت رضوان کہتے ہیں۔اس موقع پر بیعت کا معاہدہ لکھا گیا اس وقت کفار مکہ کی طرف سے جو سفیر بن کر آیا تھا۔ جب وہ واپس گیا تو کفار نے اس سے پوچھا سناؤ اس نے کہا کہ کیا سناؤں؟

میں قیس وقصریٰ کے بادشاہوں کے درباروں میں بھی گیا ہوں۔ روم میں بھی گیا ہوں، لیکن

Marfat.com

جوادب واحترام اور محبت اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیوانوں میں دیکھی ہے کہیں دیکھنے میں نہیں آئی۔اس نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ذکر کرتے بھی دیکھا ہوگا، نمازیں پڑھتے بھی دیکھا ہوگا، تہجد پڑھتے بھی دیکھا ہوگا، لیکن اس نے یہ نہیں کہا کہ وہ تو تہجد بڑی پڑھتے تھے، وہ ذکر ہی کرتے جاتے تھے، پس اللہ اللہ اور ان کو سب کچھ بھول جاتا تھا۔میری بات مان لو تو اچھے رہو گے۔سن لو آپ اُن سے نہیں لڑ سکتے۔انہوں نے کہا بتاؤ تو صحیح کیوں؟ اس نے کہا وہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے دیوانے ہیں کہ ان کے وضو کا پانی نیچے گرنے نہیں دیتے وہ ان کے خون کا قطرہ نیچے کیسے گرنے دیں گے؟

حضرات گرامی! بات کہاں پر آئی، نمازوں پر آئی، ذکر فکر پر آئی یا محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر آئی؟ کافروں کو بھی پتا ہے اصل چیز محبت ہی ہے۔اُس نے بھی صحیح (Judgment) کر لی، بندہ ذہین وہی ہوتا ہے جو Judgment کر لے۔کیونکہ سنت کی حقیقت عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔یعنی ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی دین کی حقیقت ہے۔آپ ذکر کرو اور خوب کرو، ٹھیک ہے اللہ کی طرف سے آپ کو آوازیں آئیں گی۔اے بندے میں نے تجھے قبول کر لیا، تم مجھے دن رات پکار رہے ہو۔محبت میں رو رہے ہو میں نے تجھے قبول کر لیا، بتاؤ اب کیا چاہتے ہو؟ اب وہ کیا بتائے کہ کیا چاہتا ہے، وہ کہے گا یا اللہ تجھے پتا ہے کہ تو نے مجھے کیا انعام دینا ہے۔اللہ نے فرمایا ہاں ہمیں تو پتا ہے۔بس انعام دیتا ہوں۔اسی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھ، پہلے بن دیکھے پڑھا تھا اب دیکھ کر پڑھ۔تہجدیں پڑھ کر، نوافل پڑھ کر، مجاہدے کر کے تو میرے تک پہنچا ہے۔اب تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے دیکھ کر درود پڑھ جیسے میں دیکھ کر پڑھتا ہوں۔

حقیقت دین وجودِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوئی ناں! جو وجود مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرے گا اسی کے لیے دین ہے، وُہی دین والا ہے۔دیکھ کر پڑھنے کی بات میں نے کی ہے تو کئی بندوں کے ذہن میں آ جاتا ہے کہ یار ویسے ہی کہے جا رہے ہیں کوئی حوالہ نہیں دیتے۔اپنے جوش میں کرتا جا رہا ہوں ناں! حوالہ اس لیے نہیں دیئے جا رہا کہ کوئی منکر نہیں بیٹھا۔وگرنہ حوالہ کی ضرورت ہو تو دیا جا سکتا ہے۔حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ابوبکر کوئی خواہش ہے تو بتاؤ! جب غار ثور میں ہجرت کی تین راتیں گزاریں تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے داستان محبت مرتب کی۔کیسے سانپ کی بلیں بند کیں، کپڑا ختم ہونے کے بعد ایک

Marfat.com

کے آگے ایڑھی رکھ دی، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر سانپ نے کاٹا جو عرصہ دراز سے اللہ کے وعدے سے اس غار میں بیٹھا ہوا تھا۔ سانپوں سے بھی اللہ وعدہ فرماتا ہے، کہ اگر تم عاشق ہو تو تیرے مقدر میں بھی اپنے نبی کا دیدار کر دوں گا۔ مخلوق سے کوئی بھی حضور ﷺ کا عاشق ہو جائے اسے دیدار کروایا جاتا ہے۔ جب جبرائیل کو حکم ہوا تھا۔ میرے محبوب کو لے آؤ۔ سارا عرش سجایا گیا۔ جنت سجائی گئی پھر براق کی Selection ہونا تھی۔ اللہ نے فرمایا اے جبرائیل علیہ السلام یہ رونے کی آواز کہاں سے آرہی ہے۔ عرش پر تو شادیانے ہیں۔ شادی میں رونا مجھے اچھا نہیں لگتا ہے۔ پتہ کرو کون ہے رونے والا؟ اللہ کو سارا پتہ تھا۔

اصل میں تو ہمیں بتانا تھا، لہٰذا فرمایا پتہ کرو میرے ماحول کو Disturb کرنے والا کون ہے؟ جبرائیل گئے اور آ کر بتایا اے اللہ ایک کمزور اور لاغر براق ہے وہ رو رہا ہے، پوچھا کیوں رو رہا ہے؟ کیا کہتا ہے؟ کہا وہ کہتا ہے کہ کاش میں بھی صحت مند ہوتا تو حضور ﷺ کی سواری بنتا۔ اللہ نے فرمایا صحت ہم نے دینی ہے کسی اور نے نہیں دینی۔ جاؤ اس کو لے جاؤ ہم نے اس کو صحت عطا کر دی۔ اس طرح سانپ نے بھی اللہ کو کہا تھا۔ یا اللہ میرے مقدر میں دیدار ہو سکتا ہے۔ اللہ نے فرمایا ادھر غار میں ہی بیٹھو، انتظار کرو اور کوئی حل نہیں ہے۔ اگر تو نکل کر مکے کی گلیوں میں گیا تو سب نے تجھے سانپ سمجھ کر مار دینا ہے۔ ان کو کیا پتہ کہ یہ سانپ ہے یا کوئی عاشق رسول ﷺ ہے۔

دیکھیں حضرات!

ہر بندہ کتے کو کتا ہی کہتا ہے۔ اللہ بھی ہر کتے کو کتا ہی کہتا ہے۔ فرمایا ایک کتا وہ ہے جو جنت میں جائے گا۔ اصحاب کہف کا کتا جنت میں جا رہا ہے۔ جب اصحاب کہف سوتے ہوئے اٹھے تو اُن سے پوچھا گیا تم کتنے تھے؟ تو انہوں نے کہا سات ہم آٹھواں ہمارا کتا، حالانکہ گنے صرف بندے جاتے ہیں لیکن وہ کتے کا بھی ذکر کر رہے ہیں۔ ثابت ہوا کہ بعض کتے ایسے بھی ہوتے ہیں۔ اس کتے کو اصحاب کہف کے ساتھ محبت کا شرف حاصل تھا۔ حدیث پاک میں ہے اللہ تعالیٰ اس سے کتے کا لباس واپس لے کر لباس بشریت پہنائے گا اور وہ جنت میں جائے گا اور جن کو دوزخ میں پھینکے گا ان سے لباس بشریت واپس لے کر کتوں والا لباس پہنائے گا۔ اس لیے کہ کوئی بندہ لباس بشریت میں دوزخ میں نہیں

Marfat.com

جاسکتا۔ اللہ کولباس بشریت کا احترام اس لیے کہ یہ لباس اللہ کے محبوب نے پہنا ہوا ہے۔

یَا اَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ، یَا اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ

اے کملی اوڑھنے والے، لوگوں نے کہا اچھا کملی اوڑھی ہوگی۔ حضور ﷺ کمبل لیتے تھے تو اللہ نے بڑے پیار اور محبت سے فرمایا: یا ایھا المزمل: اے کمبل اوڑھنے والے۔ پیر کرم شاہ صاحب فرماتے ہیں ٹھیک ہے یہ معنی بھی لیکن کسی درویش سے بھی پوچھو اس کا اصل معنی کیا ہے؟ انہوں نے کہا یا ایھا المزمل، کا معنی صرف کمبلی اوڑھنے والے ہی نہیں بلکہ اس کے معنی ہیں، اے بشریت کے لباس میں لپٹے ہوئے نور خدا۔ کس نے لباس پہنا؟ نور نے، نور تو پہلے ہی تھا۔ جب کچھ نہیں تھا تو نور تھا۔ اس نور کولباس بشریت پہنایا گیا، یہ ترجمہ تو سارے کرتے ہیں اے کملی اوڑھنے والے، چلو یہ ترجمہ بھی کرلو۔ حضور ﷺ کی کملی بھی تھی لیکن جو کملی ہمارے ذہن میں ہے اللہ نے تعارف اس کا نہیں کروایا۔ یہ کملی تو کوئی اور بھی اوڑھ سکتا ہے۔ لیکن میرے محبوب ﷺ کا تعارف میری طرف سے یہ نہیں ہے یہ تو آپ ﷺ کے ماحول کا تعارف ہے حقیقت محمدیہ کا نہیں۔ تم تو کملی ہی دیکھتے ہو۔ میں نے اس لباس بشریت میں کچھ اور بھیجا ہوا ہے۔ میں نے اپنا نور بھیجا ہوا ہے اسی صورت پر اپنا ظہور کیا ہے۔ اب پہچانو اگر پہچانا جاتا ہے۔ جنہوں نے پہچانا انہوں نے کہا:

اس صورت نوں میں جان آکھاں
جان آکھاں کے جانِ جہان آکھاں
سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں
جس شان تھیں شاناں سبھ بنھیاں

ہم تو حضور ﷺ کا تعارف نہیں کرواسکتے۔ وہ تو اللہ ہی کروارہا ہے۔ ہمیں تو مردمومن کا تعارف سمجھنا ہے جو سر سے لے کر پاؤں تک اللہ کے نور کی تجلی ہی بن جاتا ہے اور اس کی زبان پر خدا بولتا ہے۔ اس کے ہاتھ خدا کے ہاتھ ہوتے ہیں۔ یعنی خدائی قوت سے پکڑتا ہے۔ وہ خدائی قوت سے چلتا ہے اس کی آنکھیں خدائی نور سے دیکھتی ہیں۔

اِتَّقُوْا فراست المومن ینظر بنور الله

ترجمہ: ''مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ یہ ہے مردمومن کا تعارف۔''

Marfat.com

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

خودی سے مردِ خود آگاہ کا جمال و جلال
یہی کتاب ہے باقی تمام تفسیریں

قرآن بھی مومن کی تعریف بیان فرمارہا ہے اور خود آقا ﷺ نے مومن کی شان ظاہر فرمائی کہ کعبے کی چھت کے اوپر چڑھا کے فرمایا اب اذان پڑھو اور منہ ہماری طرف کرو تا کہ ابھی سے پتہ چل جائے۔ معلوم تھا کہ بعد میں کچھ کہیں گے کہ کعبے سے آگے کیا لینے جانا ہے۔

حضرات: مدینے منورہ تم نے اپنے آقا ﷺ کے پاس آنا ہے کہ کعبے کا کعبہ تمہارا آقا ہے۔ تم مدینے نہیں بلکہ آقا ﷺ کے پاس آرہے ہیں۔

دیکھیں:

اللہ نے کبھی شہروں کی قسم نہیں اٹھائی۔ شہر تو پہلے بھی شہر تھا فرمایا:

لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۝ وَاَنۡتَ حِلٌّ ۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۝

اے محبوب ﷺ مجھے اس شہر کی قسم کہ آپ ﷺ اس میں تشریف فرما ہیں۔ کوئی یہ نہ کہے کہ اللہ تعالیٰ مدینے کی قسم اٹھا رہا ہے۔ اللہ نے فرمایا سن لو میں قسم کیوں اٹھا رہا ہوں! اس لیے کہ اے محبوب تمہارے قدم مبارک اس پر لگے ہیں۔ پتہ چلا کہ مدینہ حضور ﷺ کے قدموں کی وجہ سے مدینہ منورہ بنا۔ پہلے تو اس کا نام ہی یثرب یعنی بیماریوں کا گھر تھا۔

ہاں تو میں بات مرد مومن کے تعارف کی کر رہا تھا۔ اپنے آپ کی کر رہا تھا کہ ہمارا تعارف کیا ہے؟ جب یہ بھی کسی کو ملا اپنے اندر جھانکنے سے ملا۔ حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں:

الف الیہ تن رب سچے دا حجرا وچ پا فقیرا جھاتی ھو
نہ کر منت خواج خضر دی تیرے اندر آب حیاتی ھو
عشق دا دیوا بال ہنیرے متاں لدھی وست کھڑاتی ھو
میں قربان اُوناں توں باہو جھاں لگی رمز پچھاتی ھو

سامعین:

حجرہ کس کو کہتے ہیں؟ حجرہ کی تعریف یہ ہے کہ جس کے نام کا ہو وہ اکیلا ہی اس میں رہتا ہو۔

Marfat.com

جاسکتا۔ اللہ کو لباس بشریت کا احترام اس لیے کہ یہ لباس اللہ کے محبوب نے پہنا ہوا ہے۔

یَا اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ، یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ

اے کملی اوڑھنے والے، لوگوں نے کہا اچھا کملی اوڑھی ہوگی۔ حضور ﷺ کمبل لیتے تھے تو اللہ نے بڑے پیار اور محبت سے فرمایا: یا ایھا المزمل: اے کمبل اوڑھنے والے۔ پیر کرم شاہ صاحب فرماتے ہیں ٹھیک ہے یہ معنی بھی لیکن کسی درویش سے بھی پوچھو اس کا اصل معنی کیا ہے؟ انہوں نے کہا یا ایھا المزمل، کا معنی صرف کمبلی اوڑھنے والے ہی نہیں بلکہ اس کے معنی ہیں، اے بشریت کے لباس میں لپٹے ہوئے نور خدا۔ کس نے لباس پہنا؟ نور نے، نور تو پہلے ہی تھا۔ جب کچھ نہیں تھا تو نور تھا۔ اس نور کو لباس بشریت پہنایا گیا، یہ ترجمہ تو سارے کرتے ہیں اے کملی اوڑھنے والے، چلو یہ ترجمہ بھی کرلو۔ حضور ﷺ کی کملی بھی تھی لیکن جو کملی ہمارے ذہن میں ہے اللہ نے تعارف اس کا نہیں کروایا۔ یہ کملی تو کوئی اور بھی اوڑھ سکتا ہے۔ لیکن میرے محبوب ﷺ کا تعارف میری طرف سے یہ نہیں ہے یہ تو آپ ﷺ کے ماحول کا تعارف ہے حقیقت محمدیہ کا نہیں۔ تم تو کملی ہی دیکھتے ہو۔ میں نے اس لباس بشریت میں کچھ اور بھیجا ہوا ہے۔ میں نے اپنا نور بھیجا ہوا ہے اسی صورت پر اپنا ظہور کیا ہے۔ اب پہچانو اگر پہچانا جاتا ہے۔ جنہوں نے پہچانا انہوں نے کہا:

اس صورت نوں میں جان آکھاں
جان آکھاں کے جانِ جہان آکھاں
سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں
جس شان تھیں شاناں سمجھ بنھیاں

ہم تو حضور ﷺ کا تعارف نہیں کرواسکتے۔ وہ تو اللہ ہی کروا رہا ہے۔ ہمیں تو مرد مومن کا تعارف سمجھنا ہے جو سر سے لے کر پاؤں تک اللہ کے نور کی تجلی ہی بن جاتا ہے اور اس کی زبان پر خدا بولتا ہے۔ اس کے ہاتھ خدا کے ہاتھ ہوتے ہیں۔ یعنی خدائی قوت سے پکڑتا ہے۔ وہ خدائی قوت سے چلتا ہے اس کی آنکھیں خدائی نور سے دیکھتی ہیں۔

اِتَّقُوْا فراست المومن ینظر بنور اللہ

ترجمہ: ”مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ یہ ہے مرد مومن کا تعارف۔“

Marfat.com

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

خودی سے مردِ خود آگاہ کا جمال و جلال
یہی کتاب ہے باقی تمام تفسیریں

قرآن بھی مومن کی تعریف بیان فرما رہا ہے اور خود آقا ﷺ نے مومن کی شان ظاہر فرمائی کہ کعبے کی چھت کے اوپر چڑھا کے فرمایا اب اذان پڑھو اور منہ ہماری طرف کرو تاکہ ابھی سے پتہ چل جائے۔ معلوم تھا کہ بعد میں کچھ کہیں گے کہ کعبے سے آگے کیا لینے جانا ہے۔

حضرات: مدینے منورہ تم نے اپنے آقا ﷺ کے پاس آنا ہے کہ کعبے کا کعبہ تمہارا آقا ہے۔ تم مدینے نہیں بلکہ آقا ﷺ کے پاس آ رہے ہیں۔

دیکھیں:

اللہ نے کبھی شہروں کی قسم نہیں اٹھائی۔ شہر تو پہلے بھی شہر تھا فرمایا:

لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ○ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ○

اے محبوب ﷺ مجھے اس شہر کی قسم کہ آپ ﷺ اس میں تشریف فرما ہیں۔ کوئی یہ نہ کہے کہ اللہ تعالیٰ مدینے کی قسم اٹھا رہا ہے۔ اللہ نے فرمایا سن لو میں قسم کیوں اٹھا رہا ہوں! اس لیے کہ اے محبوب تمہارے قدم مبارک اس پر لگے ہیں۔ پتہ چلا کہ مدینہ حضور ﷺ کے قدموں کی وجہ سے مدینہ منورہ بنا۔ پہلے تو اس کا نام ہی یثرب یعنی بیماریوں کا گھر تھا۔

ہاں تو میں بات مرد مومن کے تعارف کی کر رہا تھا۔ اپنے آپ کی کر رہا تھا کہ ہمارا تعارف کیا ہے؟ جب یہ بھی کسی کو ملا اپنے اندر جھانکنے سے ملا۔ حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں:

الف الیہ تن رب سچے دا حجرا وچ پا فقیرا جھاتی ہو
نہ کر منت خواج خضر دی تیرے اندر آب حیاتی ہو
عشق دا دیوا بال ہنیرے متاں لدھی دست کھڑاتی ہو
میں قربان اُوناں توں باہو جھاں لُجی رمز پچھاتی ہو

سامعین:

حجرہ کس کو کہتے ہیں؟ حجرہ کی تعریف یہ ہے کہ جس کے نام کا ہو وہ اکیلا ہی اس میں رہتا ہو۔

Marfat.com

کوئی دوسرا ساتھ نہ ہو۔ مثلاً یہ امام صاحب کا حجرہ ہے، کا مطلب یہ ہے کہ یہ صرف امام صاحب کے لیے ہے اور کسی کو اس میں بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے۔

(الف اے تن رب سچے دا حجرہ) یعنی یہاں کوئی نہ آئے یہ حجرہ ہی اللہ کا ہے۔ حجرہ کا لفظ ہی اس لیے بولا گیا ہے کہ ایک سے ہی پیار ہے۔ باقی سب کی نفی ہے یعنی پیار ہے تو صرف اللہ تعالیٰ سے اور کسی سے نہیں۔ مگر حدیث پاک ہے:

1- تم اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک تم مجھے والدین سے، اولاد سے، حتیٰ کہ تمام انسانوں سے بڑھ کر عزیز نہیں رکھتے۔

2- لا ایمان لمن لا محبت له تمہارا ایمان نہیں جب تک میری محبت نہیں۔

اب سوچیں! کہ دل میں اللہ تعالیٰ ہے یا اس کا رسول ﷺ ہے۔ دو کیسے دل میں سما گئے؟ جواب یہ ہے کہ اللہ اور رسول دو ہیں ہی نہیں۔ ایک ہی ہیں۔ اسی وجہ سے ہم اللہ رسول ﷺ بولتے ہیں۔ اللہ نے خود ایسے ہی اللہ کے ساتھ رسول اللہ فرمایا ہے۔ جیسے ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' میں جہاں اللہ کا نام وہاں ساتھ رسول کا اسم مبارک ہے۔

درمیان میں ''و'' بھی نہیں۔ آقا ﷺ کا ارشاد ہے:

لی مع الله وقت لا یسعنی فیه بنی مرسل وملك مقرب

میرا اللہ کے ساتھ ایسا بھی وقت آتا ہے کہ وہاں کوئی بنی مرسل یا کسی مقرب فرشتے کا گزر بھی نہیں ہو سکتا۔ جیسے سفر معراج میں ایک مقام پر جبرائیل علیہ السلام نے بھی ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ کہا یا رسول اللہ ﷺ آگے پر جلتے ہیں۔ اب میں آگے نہیں جا سکتا۔ اب آپ ﷺ جانیں یا آپ ﷺ کو لے جانے والا۔ گیا تھا مگر سدرہ المنتہیٰ پر جا کر رک گیا تھا اور کہا۔ یا رسول الہ ﷺ اب آپ ﷺ اور آپ ﷺ کا رب۔ باقی ہمیں کچھ پتہ نہیں۔ آپ ﷺ نے واپس آ کر بتانا ہے۔ اسے کسی نے نہیں دیکھا۔ میں نے بھی نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ جو آ کر بتائیں گے ہم مان جائیں گے۔ ہم تو آپ ﷺ کے غلام ہیں۔

غلام تو ہوتا ہی وہ ہے جو بن دیکھے مان جائے۔ نہ سوچے اور نہ سمجھنے کی کوشش کرے کیونکہ جو سوچنے سمجھنے کے پیچھے پڑ گیا۔ وہ گیا۔ اللہ رسول کی شان سوچ سمجھ میں آ ہی نہیں سکتی۔ یہ عقل سے اوپر ہے

Marfat.com

ہم تو عقل سے بات کرتے ہیں اور عقل سے سمجھاتے ہیں کوئی نبی ﷺ کی شان کیا بیان کر سکتا ہے۔ جب شان کا پتہ ہی نہیں جس کے مقام کا پتہ ہی نہ ہو اس کی شان بیان کیسے ہو سکتی ہے؟ ہم آقا ﷺ کی شان بیان نہیں کر رہے بلکہ آپ ﷺ کا نام لے کر اپنی شان بلند کر رہے ہیں۔ کیونکہ جو شان حضور ﷺ کی مانتے جائیں گے وہ ہماری ہوتی جائے گی۔

ایک سبق آموز واقعہ سنئے:

پیر مہر علی شاہ صاحب نے اپنے مرید سے کہا کہ تم روضہ رسول ﷺ پر جا رہے ہو تو وہاں میرا اسلام بھی کہنا اور میرے لئے دعا کرنا۔ اس نے کہا سرکار آپ میرے مرشد ہیں۔ آپ کئی بار گئے ہیں۔ آپ نے اپنے لیے خود دعا کی ہوگی میں گنہگار آپ کے لیے کیا دعا کروں گا۔ انہوں نے فرمایا بس آپ کو حکم ہو گیا ہے۔ بس دعا کرنی ہے۔ وہ چلا گیا۔ واپس آیا اور حضرت صاحب کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ نے اسے فرمایا کہ جو دعائیں آپ نے اپنے لئے مانگیں ہیں ہم گارنٹی نہیں دیتے کہ قبول ہوئی یا نہیں لیکن جو آپ نے میرے لئے مانگیں ہیں ساری کی ساری تیرے حق میں قبول ہو گئی ہیں۔ جب میں نے یہ واقعہ پڑھا تو میرا ایک بڑا دیرینہ مسئلہ حل ہوا۔ میں سوچا کرتا تھا کہ جو ہم اذان کے بعد دعا مانگتے ہیں:

اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوۃ القائمہ أت محمدن الوسیلۃ والفضیلۃ والدرجۃ الرفیعۃ وابعثہ مقاما محمود ن الذی وعدتہ وارزقنا شفاعتہ یوم القیامۃ انک لا تخلف المیعاد

''اس میں ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اے اللہ اپنے محبوب ﷺ کو مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔ میں سوچتا تھا کہ کیا حضور ﷺ ہماری دعا کے محتاج ہیں! ہم دعا کریں گے تو حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ مقام محمود عطا فرمائے گا؟ یا کیا نا عوذ باللہ ہم اللہ تعالیٰ کو اس کا وعدہ یاد کروا رہے ہیں کہ اگر وعدہ کیا ہوا ہے تو اسے پورا فرما دے۔ اس سوال کا جواب مجھے تب ملا جب میں نے پیر مہر علی شاہ صاحب کا واقعہ پڑھا۔ کہ جو ہم نے حضور ﷺ کے لیے مانگنا ہے وہ دراصل ہمارے اپنے حق میں قبول ہوگا۔ ہم کہتے ہیں اے اللہ حضور ﷺ کو مقام محمود تک پہنچا تو یہ ہمارے حق میں قبول ایسے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

ہمیں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں رکھے گا ہم بھی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں مقام محمود پر ہونگے۔

حضرات!

قدموں سے وابستہ ہونے کا فیض ہی ہے ورنہ کوئی خود بخود تو نہیں چڑھا۔

خس خس جتنا قدر نہ میرا میرے صاحب نوں وڈھیایاں
میں ساں گلیاں دا روڑا کوڑا محل چڑھایا سائیاں

جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں سے لگے گا تو جائے گا کوئی آپ گیا ہو تو بتاؤ۔

جیڑیاں گڈیاں آپے اُڈیاں کدھیں نہ چڑھن اوچائیاں
اُوہی گڈیاں چنگیاں اڈیاں جیہڑیاں سائیاں آپ اڑیاں

ان کے چڑھانے سے معاملہ حل ہوگا وگرنہ ہم تو:

میں گڈی ہتھ ڈور سجن دے جیویں رکھے اویں رہے
واجب نہیں وچ شریعت مندا خصم نوں کہیے

مندہ کہنا یہی ہوتا ہے کہ وہ حاضر ناضر کیسے؟ انہیں علم غیب کیسے؟ وہ نور کیسے؟

اللہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سمجھنے نہیں بلکہ ماننے کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ سمجھ سے بالاتر ہے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان۔ جہاں تک سمجھ آ جائے گی۔ شان اس سے آگے شروع ہوگی۔ ہمیں نہیں پتا کیا ہوگی۔ اس لیے اہل نظر فرماتے ہیں کہ ہم اپنے الفاظ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف نہیں کرواسکتے۔ اپنا ہی ہو جائے تو بڑی بات ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف تو اللہ تعالیٰ ہی کرواسکتا ہے۔ جو اس نے کروایا ہے قرآن میں۔ لیکن ہمیں قرآن کی سمجھ ہی نہیں آتی۔ وگرنہ اللہ تعالیٰ نے تو تعارف کرانے میں کوئی کمی ہی نہیں چھوڑی۔

یا ایھا المزمل: لباس بشریت میں لپٹے ہوئے نور حق۔ آج کا موضوع تھا تعارف۔ کس کا تعارف؟ اللہ رسول کا نہیں بلکہ اپنا تعارف۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف کیسے کروا سکتے ہیں؟ آقا صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمارا تعارف ہیں۔

ہم ان کی وجہ سے ہیں۔ ہم مسلم ہیں تو کیوں ہیں؟

Marfat.com

محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے۔ صرف لا الہ الا اللہ سے کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ وہ تو پھر عیسائی بھی پڑھتے ہیں، یہودی بھی پڑھتے ہیں، ہمارا تعارف تو محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا تعارف ہیں۔ لیکن موضوع ہے اپنا تعارف۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

دین چست یافتن اسرارِ خویش
زندگی مرگ است بے دیدار خویش

دین کیا ہے؟ اپنے بھید کو پالینا اور اس کی زندگی موت ہے جیسے اپنا دیدار نصیب نہ ہوا۔ دیدار جس کسی کو بھی ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں بلکہ اپنا ہی ہوتا ہے۔ جتنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے جائیں گے۔ اتنا دیدار ہو جاتا ہے۔ جونہی کسی کو اپنا تعارف ہوتا ہے اسی قدر وہ منزل کے قریب تر ہوتا جاتا ہے۔ منزل کبھی آتی نہیں ہے۔ منزل کہتے ہی اسے ہیں جو کبھی آئے نہ۔ منزل آ گئی تو پھر منزل ہی نہ رہی۔ کیونکہ وہ تو مجھ سے بھی جونیئر نکلی۔ جس کو میں نے ہی سر کر لیا وہ میری منزل کیسے ہو سکتی ہے؟ جب سر کر لی تو وہ منزل ہی نہ رہی۔

غلطی سے میں نے اس کو منزل بنایا تھا۔ میٹرک کو منزل بنایا۔ ایف اے کو منزل بنایا۔ بی اے کو منزل بنایا۔ ایم اے کو منزل بنایا۔ پی ایچ ڈی کو منزل بنایا لیکن میٹرک کر لیا تو منزل نہ رہی۔ ایف اے کر لیا تو منزل نہ رہی۔ بلکہ یہ سب میرے مرتبے بنتے گئے اور میں مرتبوں والا بنتا چلا گیا۔ لہٰذا پی ایچ ڈی کر لی تو منزل نہ رہی منزل تو ہے کہ نظر پڑتی جائے اور قدم اٹھتے جائیں اور وہ اختتام پذیر نہ ہو۔ نظر آگے بڑھے اور قدم بھی وہاں پہنچیں یہ سفر جاری اور ساری رہے۔

اگر کسی نے K-2 پہاڑی کو منزل بنایا جب سر ہو گئی تو منزل نہ رہی کہ اُس نے وہاں پہنچ کر جھنڈا گاڑھ دیا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ منزل وہی ہو سکتی ہے جو خود سے اعلیٰ ہو۔ خود سے اعلیٰ صرف اس کا خالق و مالک یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

نکتہ: کسی کے لیے زمین کی تہہ تک پہنچنا منزل ہو گا کسی کا چاند پر پہنچنا مگر ایک ہستی ایسی بھی ہے جس نے عرش اعلیٰ پر جھنڈا گاڑا ہے۔

Marfat.com

دلچسپ بات: میں نے کہا کہ منزل وہ ہے کہ جس کی طرف نظر اٹھتی جائے اور قدم بڑھتے جائیں مگر Endless ہو۔ اختتام نہ آئے تبھی وہ منزل ہے مگر سبحان اللہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم منزل کی طرف بڑے جہاں نظر پڑتی تھی براق کا قدم وہاں ہوتا تھا۔ پھر ایک مقام آیا کہ نظر بھی رک گئی اور قدم بھی رک گئے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار نصیب ہوا۔ نظر ٹک گئی، نہ جھکی نہ پھری۔ مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی

سوچیں: منزل تو ہوتی ہے جدھر قدم بڑھتے ہی جائیں۔ جب قدم بھی رک گئے اور نظر بھی ٹک گئی تو بتائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے منزل کیا ہوئی؟ جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مقام پر فائز فرمایا گیا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود منزل ہیں۔ یہی حقیقت ہے کہ مومنوں کی منزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔

اسی لیے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جب پوچھا گیا تھا کہ بتاؤ آپ کی کیا خواہش ہے؟ تو عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک ہو اور صدیق کی آنکھیں ہوں۔ یہی منزل عشق ہے کہ اِک میں ہوواں اِک توں ہوویں۔"

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر بلا کر یہی نکتہ ظاہر فرمایا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اِک میں ہوواں تے اِک توں ہوویں، جہان میں اور بھی بہت ہیں تیرے چاہنے والے مگر عرش پر تو صرف میں ہی ہوں اور کوئی نہیں۔ باقی تو سب فرش پر ہیں اور وہ بھی بے خبر ہیں۔ اس سے کہ محبوب تو اب اپنے محبّ کے پاس ہے۔

ہاں! صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدیق کی آنکھیں ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ پاک ہو۔ یہ نہیں کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ابھی ابھی عرش پر اللہ تعالیٰ کے ہاں دیدار خداوندی سے بہرہ ور ہو کر آئے ہیں تو مجھے بھی اسی کا دیدار کروا دیں جس کا خود کیا ہے۔ اس لیے کہ جانتے تھے۔

(یا ایها المزمل) اے لباس بشریت میں لپٹے ہوئے نور حق۔

موسیٰ علیہ السلام کے امتیوں نے کہا تھا۔

يَا مُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً ○

اے موسیٰ علیہ السلام ہم آپ پر ایمان نہیں لانے والے جب تک ہمیں اللہ تعالیٰ کو ظاہراً نہیں دکھاتے لیکن آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں نے ایسا ہرگز نہیں کہا۔ بلکہ کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو دیکھتے جاتے ہیں اور

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کو مانتے جاتے ہیں۔

اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا تھا کہ صدیق کی آنکھوں کو اللہ تعالیٰ کا دیدار کروا دیں۔ اللہ تعالیٰ کی کوئی صورت نہیں ہے۔ جب بھی دیدار ہوتا ہے اُس کے محبوب ﷺ کی صورت میں ہوتا ہے یا مرشد کی صورت میں ہوتا ہے۔ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ نے فرمایا:

الف الیہ تن میرا چشماں ہوئے میں مرشد دیکھ نہ رجاں ہو

مرشد کا نام لیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی کہا تھا یعنی اپنے مرشد پاک کی صورت کا دیدار ہمہ وقت مانگا تھا اور سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی مانگ رہے ہیں۔ حضرت فرید الدین گنج شکر نے بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگی تھی کہ اے اللہ تیرا وعدہ ہے کہ میں اپنے طالبوں کو اپنا دیدار کرواؤں گا میری عرض ہے کہ مجھے میرے مرشد کی صورت میں دیدار کروانا۔ کیونکہ تو خود تو بے صورتی میں ہے۔

(الف) ایہہ تن میرا چشماں ہووے میں مرشد ویکھ نہ رجاں ہو
لوں لوں دے وچ لکھ لکھ چشماں اک کھولاں اِک کجاں ہو
اتنا ڈھٹیاں مینوں صبر نہ آوِیے میں ہورکت ول بھجاں ہو
اک دیدار مرشد دا باہو مینوں لکھ کروڑاں حجاں ہو

یہی تعارف ہے بندہ مومن کا۔ علامہ اقبال مزید فرماتے ہیں:

اے زِ خود پوشیدہ خود را بازیاب
در مسلمانی حرام است ایں حجاب

اے اپنے آپ میں چھپنے والے۔ اپنے اوپر اپنا ہونے کا پردہ ڈالے ہوئے، اپنے آپ کو تلاش کر، اپنے ہونے کا پردہ اٹھا کر دیکھ کہ تو کون ہے؟ اسلام میں یہ حجاب حرام ہے، منع ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

کرا کوئی چرا در پیچ و تابی
اُو است پیدا و تو زیر نقابی

کس کی تلاش میں ہے اور کن پیچ وتاب میں پھنسا ہوا ہے۔ وہ ظاہر ہے اور تُو نقاب میں ہے۔

Marfat.com

تلاش اُو کُنی جز خود نہ بینی

تلاشِ خود کُنی جز اُو نیابی

وہ تو ظاہر ہو چکا ہے اور تو خود زیر نقاب ہے۔ تو نے برقعہ پہن رکھا ہے۔ اُس کو تلاش کرے گا تو اپنے آپ کے علاوہ کچھ نہ دیکھے گا اور خود کو تلاش کرے گا تو اُس کے سوا کسی کو نہ پائے گا۔

یعنی خود کو دیکھ تا کہ تجھے اللہ کی ذات نظر آئے۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ

''جس نے خود کو پہچانا اس نے اپنے رب تعالیٰ کو پہچانا۔''

میرے مرشد پاک فرمایا کرتے تھے:

توں توں نالوں میں میں چنگی

میں ظاہر وجود آں توں توں دا

اور فرمایا:

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب نے جو فرمایا ہے:

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا

گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شروع کا کلام ہے تعارف کے بعد کا کلام یہ ہے کہ:

جتھے مہر علی اوتھے تیری ثنا

مشتاق اکھیاں ایتھے جا اڑھیاں

مہر علی کون ہے؟ داتا صاحب کون ہے؟ بابا فرید الدین کون ہے؟ سلطان باہو کون ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ کی ثناء ہی تو ہیں۔ ان کو دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے۔ اسی لیے تو کہتے ہیں کہ

مرشد باجھ نئیں رب دا پتہ ملدا لکھ کوئی تسی گیڑھے

پیر جناں دے سر تے ہوون کون اوہاں نوں چھیڑے

اوناں نال نئیں جھگڑا ساڈا دور سمجھدے جیڑے

راز اسیں تے یار نوں منیاں شہ رگ تو وی نیڑے

Marfat.com

حالانکہ شہ رگ سے نزدیک ہونے کا اعلان اللہ کا ہے مگر یہاں کہا جا رہا ہے کہ اسیں پیر (یار) نوں ملیاں شہ رگ توں وی نیڑے۔ اس لیے کہ جس کے ساتھ محبت ہوتی ہے وہی لوں لوں میں سما جاتا ہے اور ہر جگہ نظر آتا ہے۔

جب محبت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوگی تو اسی محبت کو اللہ تعالیٰ سے محبت کہا جاتا ہے۔ انہیں کے ساتھ بیعت، اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیعت ہے انہیں کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ

نبی کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے نبی کا فعل اللہ کا فعل ہے۔

جناں فرق جاتا سو ویو غرق ہویاں

دراصل یہ بھینگا پن ہے کہ ایک کے دو نظر آتے ہیں۔

ایک واقعہ ہے ناں!

ایک مریض حکیم کے پاس دوائی لینے گیا۔ حکیم نے مریض سے کہا وہ سامنے والی الماری میں ایک بوتل پڑی ہے اٹھا لاؤ۔ وہ گیا اور کہا یہاں دو بوتلیں پڑی ہیں کون سی لاؤں؟ حکیم نے کہا ایک پڑی ہے دو کہاں ہیں؟ وہ بھینگا تھا۔ بضد ہوا کہ دو ہیں۔ حکیم نے کہا اچھا ایک کو اٹھا کر توڑ دو اور دوسری لے آؤ۔ اُس نے بوتل اٹھا کر توڑ دی۔ پھر دیکھا تو وہاں کچھ نہ تھا۔ یہی حال ہے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کو دو دیکھنے والوں کا۔ وہ بھی ایک کو دو دیکھتے ہیں۔

کلیہ یہ ہے کہ ایک رکھو تو دوسرا خود بخود ساتھ ہے۔ رسول اللہ کو رکھو تو اللہ تعالیٰ ساتھ ہے اگر رسول ﷺ سے تعلق توڑ دو گے تو دوسرا خود بخود ٹوٹ جائے گا۔ یہ چند باتیں میں نے آپ کے سامنے پیش کیں ہیں تھوڑے وقت میں زیادہ باتیں کی ہیں۔ اگر کسی کو سمجھ نہ آئی ہو تو برائے مہربانی رابطہ کرنا ایسے ہی فتویٰ لگانے نہ بیٹھ جانا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا چند لمحے بیٹھنا قبول فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہ نبیك المرسلین

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

تنظیمی سرگرمیاں

◀ 1:- فروغِ عشقِ مصطفیٰ ﷺ کیلئے ممبران تنظیم کے تعاون سے مرکز کے علاوہ مختلف سیکٹرز پر ذکر الٰہی اور نعت رسول ﷺ کی ہفتہ وار، ماہانہ وسالانہ محافل پاک کا انعقاد کیا جاتا ہے۔

◀ 2:- غرباء، مساکین اور بیواؤں کی فی سبیل اللہ مدد کیلئے مشترک طور پر ایک فنڈ کا اجراء کیا گیا ہے۔ جس میں صدقات و زکوٰۃ و قربانی کے جانوروں کی کھالوں سے موصول ہونے والی رقم بنک (یو۔بی۔ایل) میں جائینٹ اکاؤنٹ میں رکھی جاتی ہے اور مستحق حضرات کی بوقت امداد کی جاتی ہے۔

◀ 3:- دین سے اظہارِ محبت کے طور ممبران تنظیم کے مشن میں مساجد و مدارس کی تعمیر اور ممبران تنظیم کی امداد شامل ہے۔ اس کیلئے جائینٹ اکاونٹ (جو تین ممبران کے نام پر ہے) میں رقم جمع کی جارہی ہے۔ یہ رقم ممبران تنظیم کی طرف سے ماہانہ وسالانہ چندہ کی شکل میں موصول ہوتی ہے۔

◀ 4:- تنظیم کی طرف سے غریب طلباء کی بروقت مدد کی جاتی ہے۔ جس میں سکول، کالج و یونیورسٹی کی سطح تک فیس، نصابی کتب اور یونیفارم کی شکل میں مدد کرنے کا عمل جاری ہے۔

◀ 5:- تنظیم کے زیرِ انتظام مرکزی سطح پر ایک لائبریری بنام "الخلیق اسلامی لائبریری" کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ جس میں قرآن پاک کی تفاسیر، حدیث پاک، سیرت النبی ﷺ کے علاوہ تصوف اور اخلاقیات پر مبنی کتب مطالعہ کیلئے موجود ہیں۔ ان کتب سے استفادہ کرنے کیلئے ہر خاص و عام کو تنظیم کا رکن بننے کی دعوت ہے۔ دیگر سیکٹرز پر بھی اسلامی لائبریری کے قیام کا منصوبہ مشن میں شامل ہے۔ مزید برآں اسلامی کتب خانہ کھولنے کے پروگرام پر عمل کیا جائے گا۔

◀ 6:- تنظیم کے مشن میں عوامی فلاح و بہبود کا کام خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ جس کیلئے ممبران تنظیم کی طرف سے پیش کیے جانے والے ماہانہ چندہ سے رقم مختص کی گئی ہے۔

◀ 7:- تنظیم کے زیرِ انتظام ایک تربیتی ماہانہ وسالانہ رسالہ شائع کر رہی ہے۔ اس رسالہ میں قرآن و حدیث کی روشنی میں تربیتی عوامل تحریر ہیں۔

Marfat.com

منشورِ بزمِ شاہِ نقشبندؒ

1:- یَا اَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا اتَّقُوااللّٰہَ وَ کُو نُو امَعَ الصَّادِقِین○

کی تعمیل میں رضا الٰہی کا حصول

2:- قُل اِن کُنتُم تُحِبُونَ اللّٰہَ فَا تَّبِعُونِی یُحبِبکُمُ اللّٰہ○

کے مصداق اتباعِ مصطفےٰ ﷺ کے ذریعے عشقِ الٰہی کی منزل پر فائز ہونا

3:- قَد اَفلَحَ مَن تَزَکّیٰ○ کے تحت تزکیہ نفس و تصفیہ قلب کی نعمت عظمیٰ کو حاصل کرنا

4:- یُؤ ثِرُونَ عَلٰی اَنفُسِھِم وَلَو کَانَ بِھِم خَصَاصَۃ○

جیسے فرمانِ الٰہی کے مطابق خدمت خلق کے جذبات سے لبریز ہونا

5:- لَقَد کَرَّمنَا بَنِیٓ آدَم○ کا پروگرام وجودوں میں جاری وساری کرنا

6:- وَاعتَصِمُو بِحَبلِ اللّٰہِ جَمِیعاً وَلَا تَفَرَّقُوا○

کی خود عملی تفسیر بننا اور دوسروں کو اس کی ترغیب دینا۔

7:- یآ ایُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُو ادخُلُو افِی السِّلمِ کَآفَّۃ○

کے مطابق اسلام میں پورے پورے داخل ہونے کا عملی ثبوت پیش کرنا
اور دوسروں کو اس کی تلقین کرنا۔

8:- فرمان مصطفیٰ ﷺ عُلَمَاءُ اُمَّتِی کَانَبِیَاءِ بَنِیء اِسرَائِیل اور
اَلشَیخُ فِی قَومِہٖ کَانَبِیَاءِ فِی اُمَّتِہٖ○

پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اولیأ اللہ (مرشد پاک) کی صحبت میں حاضری کو یقینی بنانا۔

9:- اَلفَقرُ فَخرِی وَالفَقرُ مِنِّی○ کی روح کو قائم کرنے کی کوشش کرنا

10:- نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری، پر عمل پیرا ہونا اور دوسروں کو رغبت دلانا۔

11:- انسانی وجودوں کو عظمتِ انسانیت سے آگاہی اور ان میں جوہرِ خلافت
کے حصول کا شعور بیدار کرنا۔

Marfat.com

تعارف بزم شاہ نقشبند (رجسٹرڈ) پاکستان

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران)

ترجمہ: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بُری بات سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ جلالہٗ نے اپنی شان وعظمت کے اظہار کے لیے کائناتِ ارض وسماء کو تخلیق فرمایا اور حضرتِ انسان کو تمام مخلوقات پر برتری وفضیلت بخشی۔ انسانِ اوّل حضرت آدمؑ کو اپنی نیابت وخلافت سے سرفراز فرمایا اور مسجودِ ملائیکہ ہونے کا شرف عطا فرمایا۔ اولادِ آدمؑ کو جوہرِ خلافت کا امین بنا کر "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ" کی مہر ثبت فرمادی۔ اور اس جوہرِ خلافت کی پاسبانی کا عہد لے کر خلق پر حاکم مقرر فرمادیا۔ بنی آدم پر خصوصی کرم فرماتے ہوئے اس کی رہنمائی کے لیے اپنے خاص بندے انبیاء علیہ سلام کو مبعوث فرمایا جن کا وجود معاشرے میں حق پسندی وحق پرستی کی جیتی جاگتی ظاہری تصویر بنا مگر یہ سلسلہ ایک مخصوص عرصہ تک قائم رہا جو امام الانبیاء نبی مکرم حضرت محمد ﷺ پر اختتام پزیر ہوا۔ گویا ہمارے آقا ومولا حضرت محمد ﷺ خاتم الانبیاء ٹھہرے۔ حضراتِ گرامی خاتم الانبیاء کا یہ مطلب نہیں کہ اولادِ آدم کی رہنمائی کے لیے حق پرست وجودوں کی ظاہری ضرورت ختم ہوگئی بلکہ مطلب یہ ہے کہ آقا ﷺ کے نورِ نبوّت نے تا قیامت ایسے وجودوں کی ضرورت پوری کرنے کی ضمانت عطا کردی جو رہتی دنیا تک انسانوں کی رہنمائی کا وسیلہ بنتے رہیں گے۔ ان نفوسِ قدسیہ کو قرآن کریم نے اولیاء اللہ کا نام دیا۔ تعمیرِ خردی وتعمیرِ انسانی کے مشن کی تکمیل کے سلسلہ میں ہر دور کے اولیاء اللہ موجود وسائل کے تحت اپنی ذمہ داری پوری کرنے میں سرگرمِ عمل رہے۔ اس سلسلہ میں مختلف نام سے موسوم روحانی تنظیمیں بھی معرضِ وجود میں آئیں اور خدمتِ دین میں اپنا کردار ادا کرتی رہیں۔

متعارف کرائی جانے والی دینی تنظیم دورِ حاضر کے عظیم روحانی پیشوا مُرشدِ کامل شیخ المشائخ، ضیاء السالکین، پیشوائے واصلین، کامل رہنما، صوفی باصفا، پیر روشن ضمیر حضرت **محمد شریف خلیقؒ** نقشبندی، مجددی نعمتی المعروف **شاہِ نقشبندؒ** کے نہایت مخلص و وفادار خلفاء کی زیرِ قیادت فقط رضائے الٰہی کے حصول کیلئے وجود میں آئی ہے جو وقت کی اہم ضرورت ہے۔ واضح رہے کہ دینِ اسلام میں حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کو خصوصی اہمیت حاصل ہے اور تصوف محض کشف وکرامات یا اوراد و وظائف میں مصروف ہونے کا نام نہیں بلکہ ایک عالمگیر تحریک ہے جس کی ابتداء نبی آخر الزماں سرکارِ مدینہ سرورِ قلب وسینہ احمدِ مجتبیٰ حضرت محمد ﷺ کی تشریف آوری پر ہوئی اور تا ابد جاری وساری رہے گی۔ تصوّف ایک ایسا سانچہ ہے جس میں ڈھلنے والے انسان فیضِ مصطفوی ﷺ کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ ایک ایسا ادارہ ہے جہاں تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کا انتظام وانصرام موجود ہوتا ہے۔ اور جہاں تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کی عملی تفسیر پڑھائی جاتی ہے۔ ایسا میدانِ جہاد ہے جہاں نیزے کی نوک پر قرآن پڑھ کر سنایا جاتا ہے۔ جہاں ذات پات کی تفریق ختم کر کے ہر کسی کو ایک نظر سے دیکھا ایک پیمانے پر پرکھا ایک کسوٹی پر جانچا ایک میزان پر تولہ اور ایک معیار پر پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جہاں زبان کو دل کا ساتھی بنایا جاتا ہے۔ قول وفعل میں تضاد کو ختم کیا جاتا ہے۔ جہاں علم الیقینی کے ساتھ عین الیقینی اور حق الیقینی کی دولت سے نوازا جاتا ہے۔ جہاں طلباء کی تعداد نہیں بلکہ معیار پیشِ نظر رکھا جاتا ہے۔ حضرات! مادیت پرستی اور نفسی نفسی کے اس دور میں الحمدللہ بہت سے لوگ اب بھی موجود ہیں جن کے دل اُمتِ مصطفےٰ ﷺ کی عظمتِ رفتہ کی بحالی کیلئے تڑپ رہے ہیں اور وہ غرباء ومساکین کی خدمت کے جذبہ سے سرشار ہیں۔ فقدان صرف قیادت کا ہے ایسے قائدین کہ جن پر لوگ بھرپور اعتماد رکھتے ہوں۔ الحمدللہ بزمِ شاہِ نقشبندؒ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ بلندیٔ افکار، شوخیٔ کردار اور قربانی وایثار کی داعی بن کر میدانِ عمل میں موجود ہے۔ اور ایسے قائدین کی زیرِ سرپرستی دینی وفلاحی مشن کی تکمیل میں سرگرمِ عمل ہے جن پر ہر کوئی مکمل اعتماد کرسکتا ہے۔

بزم شاہ نقشبند (رجسٹرڈ) پاکستان کے زیرِ اہتمام شائع ہونے والا سالانہ رسالہ ترجمان طریقت اور منعقدہ محافل پاک کو آپ بذریعہ انٹرنیٹ پوری دنیا میں دیکھ سکتے ہیں۔

www.naqshbandionline.com

Marfat.com

مخزنِ معرفت

خطابات

پروفیسر محمد یعقوب عابد خلیقی نقشبندی

شاہِ نقشبند پبلیکیشنز

Marfat.com